قصص الرسول ﷺ

(سیرت کی کہانیاں)

ریاض احمد سیّد

قصص
الرسول ﷺ

(سیرت کی کہانیاں)

ریاض احمد سیّد

ہسٹاریکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

پوسٹ بکس ۲۱۴۵

اسلام آباد

نام کتاب : قصص الرسولؐ

طبع : اوّل

تعداد : ایک ہزار

پریس : فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

سن اشاعت : 1984

ناشر : ہسٹاریکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اسلام آباد

قیمت : ساٹھ روپے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے تین بچوں سے نوازا ہے۔ ایک ابھی بہت چھوٹا ہے۔ جبکہ بڑے ماشاء اللہ بات سمجھنے لگے ہیں۔ شعور میں اضافے کے ساتھ ساتھ تجسس بڑھ رہا ہے۔ نت نئی باتوں اور چیزوں کے بارے میں معلومات کی فرمائش ہوتی ہے۔ جدید نفسیات کہتی ہے۔ کہ بچوں کے سوال کا معقول و مدلل جواب دیا جائے۔ ان کی فرمائشوں کو رد نہ کیا جائے۔ وہ کہانی کی فرمائش کریں کو کہانی سنائیں۔ سیر کے لئے کہیں تو گھمانے لے جائیں۔ کھیلنا چاہتے ہوں، تو پابندی نہ لگائی جائے۔ غرض ہمہ جہتی ذہنی و جسمانی نشو و نما کے لئے انکی چھوٹی چھوٹی خواہشات کا احترام از بس ضروری ہے۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ میں اور میری بیوی دونوں سروس پیشہ۔ فارغ وقت کی دونوں کے پاس کمی۔ دفتر سے واپسی پر ڈھیروں کے حساب، بچوں کو ملنے والے ہوم ورک سے نمٹ لینا ہی غنیمت ہے، اُن کی دیگر فرمائشوں سے کیونکر عہدہ برآ ہوا جائے۔ اور بچے بھی وہ جو فارغ ہوتے ہی پہلی فرمائش کہانی کی کرتے ہیں۔ بچہ بادشاہ ہوتا ہے۔ حکیم حاکم مرگِ مفاجات۔ سو حیلے بہانے کریں لیکن کہانی سنائے بغیر چھٹکارا نہیں۔ چنانچہ بچپن کی پڑھی، سُنی جنوں، پریوں کی کہانیوں سے لے کر تاریخی قصوں تک سب کچھ

کہہ ڈالا۔ لیکن تابکے! ایک روز سب ذخیرہ ختم ہو گیا۔ لیکن ادھر "ہل من مزید" کی آواز تھی۔ چنانچہ نئی ترکیب سوجھی کہ دو ایک بچوں کے ماہانہ رسائل لگوا دیئے جائیں اور کچھ بازار میں ملنے والی کہانی کتابوں پر انحصار کیا جائے۔

یہ تدبیر کچھ کارگر ثابت ہوئی۔ ہم اپنی جگہ خوش کہ کہانیاں سنانے سے جان چھوٹی اور بچے اپنی جگہ مصروف و مطمئن۔ لیکن یہ سب کچھ زیادہ دیر نہ چل سکا۔ اس سہل پسندی نے مجھے اس دن جھنجھوڑ کر رکھ دیا جب میرا دوسری جماعت میں پڑھنے والا بچہ مجھ سے "رومانس" کا مطلب پوچھنے آیا۔ تشویش ہوئی کہ صاحبزادے ابھی سے کس چکر میں ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ متن کے لئے کتاب کی طلبی ہوئی۔ اور وہ بچوں کے لئے لکھا جانے والا ایک روپے والا منّا سا بظاہر بے ضرر کتابچہ تھا۔ کھول کر پڑھا تو عقدہ کھلا کہ بچوں کو پیش از وقت بلوغت کی منزل سے ہمکنار کرنے والی بھونڈی سی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ کتاب بچے کے ہاتھ سے لی اور ضائع کر دی۔

پس یہی واقعہ زیر نظر کتاب کی تصنیف کا سبب بن گیا۔ ضمیر نے ملامت کی کہ کیا ہم واقعی اپنے بچوں کی ذہنی اور جسمانی ضرورتوں کا اتنا خیال رکھتے ہیں کہ کل ان سے کارہائے نمایاں کی توقع کر سکیں۔ جواب نفی میں تھا۔ ہم تو اُن کے مطالعے کی عادت کی بھی صحیح تربیت نہیں کر پاتے۔ چنانچہ میں نے اپنے اور قوم کے سبھی بچوں کی اس ضرورت کے پیش نظر سیرۃ رسولؐ کے مختلف گوشوں کو منوّر کرنے والی کہانیوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ بچپن میں پڑھی سُنی کہانیوں کا اثر گہرا اور دیرپا ہوتا ہے۔ ممکن ہے میری یہ کاوش قوم کے نونہالوں میں سیرۃ پاک کے مطالعہ کا ذوق و شوق پیدا کر سکے۔

یوں تو تاریخ، سیرت اور حدیث کی کتابیں حیاتِ اقدسؐ کے مختلف گوشوں کو منور کرنے والے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن کتاب کے حجم اور قاری کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے انتخاب اور صوابدید سے کام لیا گیا ہے۔

شروع میں حیاتِ اقدسؐ کا اجمالی خاکہ بھی دیا گیا ہے۔ تاکہ نبیؐ پاک کی زندگی اور کارناموں کا مجموعی تاثر برقرار رہے کتاب میں شامل کہانیاں حدیث کے مستند مجموعوں اور ثقہ تاریخی کتب سے اخذ کی گئی ہیں، حوالہ جات درج کیے گئے ہیں۔ زبان حتی الامکان آسان اور سادہ لکھنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن تحریر کے حسن کو برقرار رکھنے کے لئے اگر کہیں قدرے مشکل الفاظ استعمال ہوئے تو کتاب کے آخر میں ان کے معانی لکھ دیئے گئے ہیں۔ تاکہ میرے کم سن قاری کسی قسم کی خارجی مدد کے بغیر عبارت کا مفہوم و مطلب سمجھ سکیں۔۔

بنیادی طور پر یہ کتاب بچوں کے لئے ہے معنوی اعتبار سے "بچہ" ایک وسیع اصطلاح ہے۔ بچہ کسی بھی عمر کا ہو سکتا ہے۔ تاہم میری کتاب سے سکول اور کالج کے بچوں کے علاوہ موضوع سے دلچسپی رکھنے والے عام قاری بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

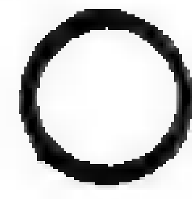
الداعی الی الخیر

ریاض احمد سید

اسلام آباد

یکم اگست ۱۹۸۲ء

بمطابق ۳ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ



★

انتساب

قوم کے نونہالوں کے نام

جن میں

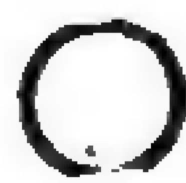
شجاعت

وجاہت

اور

سعادت

بھی شامل ہیں



پہلا باب

حالاتِ زندگی

ہمارے پیارے نبی حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ۲۱؍اپریل ۵۷۱ء کو سعودی عرب کے شہر مکّہ میں پیدا ہوئے۔ سوموار کا دن اور اسلامی مہینے ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ تھی، آپؐ کے والد کا نام عبد اللہ تھا اور آپؐ کی پیدائش سے چند ماہ پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ آپؐ کے دادا عبد المطلب یتیم پوتے کی پیدائش پر بہت خوش ہوئے۔ اور محمدؐ نام رکھا۔ محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے لفظی معنی ہیں جس کی تعریف کی گئی ہو۔ والدہ حضرت آمنہ نے نام احمد رکھا اس کے بھی تقریباً یہی معنی ہیں۔

حضورؐ ابھی چند ہی ماہ کے تھے کہ عرب کے رواج کے مطابق دودھ پلانے کے لئے قبیلہ بنو سعد کی ایک خاتون حضرت حلیمہ کے سپرد ہوئے۔ ذرا سیانے ہوئے تو والدہ واپس لے آئیں۔ لیکن آپؐ کو والدہ کے پاس زیادہ عرصہ رہنا نصیب نہ ہوا۔ ابھی آپؐ صرف چھ سال کے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اب حضورؐ اپنے دادا کی ذمہ داری میں آگئے جو آپؐ کو بہت چاہتے اور ساتھ ساتھ رکھتے تھے۔ لیکن آٹھ سال کے ہوئے تو دادا بھی وفات پا گئے۔ اس کے بعد آپؐ اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ رہنے لگے۔ آپؐ کے چچا غریب آدمی تھے۔ کافی بڑا کنبہ اور کمانے والا صرف ایک۔ چنانچہ

حضورؐ بھی محنت مشقت میں چچا کا ہاتھ بٹانے لگے۔ بچپن میں بکریاں چرائیں ذرا سیانے ہوئے تو تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔

رسولِ خداؐ شروع سے ہی بے حد نیک، شریف اور ایماندار شخص تھے۔ آپؐ کی ان خوبیوں کا چرچا ہوا تو مکّہ کی ایک بیوہ خاتون حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو اپنا تجارتی کارندہ مقرر کر دیا۔ مالِ تجارت دے کر ملک شام کی طرف بھیجا اور اپنا ایک ملازم میسرہ نامی کو ہمراہ کر دیا۔ حضورؐ نے اس ذمہ داری کو اس قدر عمدہ طریقے سے نبھایا کہ پہلے سے کئی گنا منافع ہوا۔ اور واپس آکر ایک ایک پیسے کا حساب حضرت خدیجہؓ کو دیا۔ میسرہ نے بھی آپؐ کی بہت تعریف کی، کہ اس قدر دیانتدار اور نیک شخص اس نے آج تک نہیں دیکھا۔ حضرت خدیجہؓ بے حد متاثر ہوئیں اور حضورؐ کو شادی کا پیغام بھیجا، جسے آپؐ نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کے مشورے سے قبول کر لیا۔ شادی کے وقت آپؐ کی عمر ۲۵ برس اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس برس تھی۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ حضورؐ کی طبیعت دنیا سے اچاٹ ہونے لگی۔ ارد گرد پھیلی ہوئی برائیوں سے آپؐ کو شدید نفرت تھی، چنانچہ راہِ حق کی تلاش میں رہنے لگے۔ ان دنوں اکثر ایسا ہوتا کہ آپؐ کئی دنوں کی خوراک لے کر مکہ سے باہر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور عبادت میں مصروف رہتے۔ ایک دن آپؐ غارِ حرا میں عبادت میں مصروف تھے، کہ حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے۔ حضورؐ گھبرا گئے تو جبرائیلؑ نے تسلّی دی اور کہا کہ وہ خدا کا پیغام لے کر آئے ہیں

پہلی وحی تھی

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

ترجمہ:۔ اللہ کے نام سے پڑھیئے۔ الخ

اسوقت آپؐ کی عمر چالیس برس ہو چکی تھی۔ گھر تشریف لائے تو ابھی تک خوفزدہ تھے۔ حضرت خدیجہؓ سے سارا واقعہ بیان فرمایا۔ انہوں نے تسلی دی کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ اللہ یقیناً بہتری کرے گا۔ اور سب سے پہلے آپؐ پر ایمان لائیں۔ اس واقعہ کے بعد وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور آپؐ کی وفات تک جاری رہا۔ پورا قرآن حکیم کوئی تئیس برسوں میں نازل ہوا۔ آخری وحی وفات سے کچھ ماہ پہلے آخری حج کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔

ابتداء میں آپ خاموشی سے تبلیغ کرتے رہے۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں حضرت خدیجہؓ کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارث شامل تھے۔ کچھ عرصہ تک خاموش تبلیغ کا سلسلہ چلتا رہا۔ پھر اللہ کے حکم پر لوگوں کو کھلم کھلا دینِ حق کی دعوت دینے لگے۔ اس پر مکہ کے لوگ آپؐ کی جان کے دشمن ہو گئے۔ انہوں نے نہ صرف آپؐ پر، بلکہ اسلام قبول کرنے والے دوسرے لوگوں پر بھی سختیاں شروع کر دیں۔ مظالم برداشت سے بڑھ گئے تو حضورؐ کے حکم پر کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ مگر جلد ہی واپس آنا پڑا۔ خود حضورؐ نے بھی مکہ کے گرد و نواح میں تبلیغ اسلام کی کوشش کی۔ سب سے پہلے

طائف تشریف لے گئے۔ لیکن کام نہ بنا اور طائف کے سرداروں نے آپؐ کی بات تک سننے سے انکار کر دیا

ادھر سے مایوس ہو کر آپؐ نے دوسرے شہروں سے ہر سال حج کی غرض سے مکّہ آنے والے لوگوں پر توجّہ دی۔ جن میں مدینہ کے دو قبائل اوس اور خزرج کے لوگ بھی شامل تھے۔ ان پر اس تبلیغ کا خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ انہیں کی دعوت پر ١٣ نبوی میں آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ بہت سے دوسرے مسلمان بھی مکّہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ یوں مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی۔ ہجرت کا واقعہ اسلامی تاریخ میں بے حد اہم ہے۔ یہیں سے ہجری سال کا آغاز ہوتا ہے۔

مکہ والوں نے جب دیکھا کہ مسلمان مدینہ میں چین کی زندگی گذار رہے ہیں اور دین اسلام بھی فروغ پا رہا ہے، تو مدینہ میں چڑھائی کر دی۔ ۲ھ ہجری میں بدر کے میدان میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ ہوئی جس میں تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود کافروں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے بہت سے سردار بھی مارے گئے۔ اگلے سال احد کا واقعہ پیش آیا، اس میں بھی مسلمان غالب رہے۔ اس کے بعد غزوۂ خندق میں بھی مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

ان مسلسل کامیابیوں نے ان کے حوصلے بڑھا دیئے۔ مذہب اسلام کو بڑھتے پھیلتے دیکھ کر ارد گرد کے بہت سے قبائل بھی مسلمان ہو گئے۔ مدینہ کی اسلامی ریاست

دن بدن مضبوط ہوتی جا رہی تھی، لیکن حضورؐ کا دل مکہ میں اٹکا ہوا تھا۔ آپؐ خانۂ کعبہ کی زیارت کے لئے بے چین تھے۔ دل میں یہ خیال بھی تھا کہ مکہ والوں کو ایک دفعہ اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے چنانچہ ۶ھ میں آپؐ ۱۴۰۰ اصحابہ کے ہمراہ زیارتِ کعبہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مگر مکہ والوں نے ایسا نہ کرنے دیا۔ البتہ فریقین میں ایک معاہدہ طے پاگیا۔ جسے تاریخ میں صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ گو مسلمان اس سال عمرہ اور حج نہ کر سکے۔ تاہم یہ معاہدہ فتح مکہ کا سبب بن گیا۔ ہوا یوں کہ کفارِ مکہ نے خود ہی معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور اسے ختم کر دیا۔ اس پر رسولِ خداؐ ۸ھ میں دس ہزار ساتھیوں کے ہمراہ دوبارہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر کے قریب جا کر پڑاؤ کیا۔ کفارِ مکہ اسلامی لشکر سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ بغیر لڑے ہتھیار ڈال دیئے۔ مکہ فتح ہوگیا۔ حضورؐ نے خانۂ کعبہ کو بتوں کے وجود سے پاک کیا اور مکہ والوں کو عام معافی دے دی، کچھ روز قیام کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ ابھی تک حج نہیں کر سکے تھے، چنانچہ ۱۰ھ میں اس غرض کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ ایک لاکھ سے زائد صحابہ ہمراہ تھے، یہ حضورؐ کا آخری حج تھا لہٰذا اسے حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں۔ اس موقع پر آپؐ نے ایک بے حد اہم خطبہ ارشاد کیا، جسے اسلامی تعلیمات کا نچوڑ کہا جاتا ہے۔

حج سے واپسی پر آپؐ بیمار پڑ گئے۔ علاج کے باوجود صحت دن بدن گرتی گئی

جب تک ہمت رہی، مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھاتے رہے۔ مرض زیادہ ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنی جگہ مقرر کر دیا۔ آخر وہ وقت آ گیا جو ہر نفس پر آنا ہے۔ ۱۱ھ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی، پیر کا دن، آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

دوسرا باب

بچپن کے واقعات

بنیادی طور پر یہ کتاب بچوں کے لئے ہے۔ لہٰذا اس نسبت سے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بچپن کے زمانے کے دلچسپ واقعات کو بطورِ خاص شامل کیا جا رہا ہے۔

(۱)

حلیمہ کا گود لینا

مکّہ میں رواج تھا کہ شرفاء اپنے بچوں کو دودھ پلانے اور پرورش کے لئے صحرائی علاقوں کے اچھے قبائل میں بھیج دیتے تھے۔ یوں کھلی آب و ہوا میں ان کی صحت اچھی ہو جاتی اور وہ خالص عربی زبان بھی سیکھ لیتے تھے۔ چنانچہ صحرائی قبائل کی عورتیں وقتاً فوقتاً مکّہ آتیں اور نئے پیدا ہونے والے بچوں کو ہمراہ لے جاتیں۔ عام طور پر یہ بچے سرداروں اور امیر لوگوں کے ہوتے تھے اور ان عورتوں کو اس خدمت کا معقول معاوضہ ملتا تھا۔ حضورؐ کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد بنی سعد قبیلہ کی کچھ خواتین اسی مقصد کے لئے مکّہ آئیں۔ ان میں

حضرت حلیمہ بھی شامل تھیں ۔ سب عورتوں نے شہر کا چکر لگایا۔ اور کھاتے پیتے لوگوں کے بچے لے لئے ۔ حضورؐ کے گھر بھی کچھ خواتین گئیں ۔ لیکن غریب اور یتیم جان کر کسی نے بھی انہیں گود نہ لیا۔ سب کا خیال تھا کہ بچے کا باپ تو ہے نہیں ۔ ایک بیوہ ماں ہے اور بوڑھا دادا۔ وُہ بھلا انہیں کیا معاوضہ اور انعام دے سکیں گے ۔ اتفاق کی بات ہے کہ حضرت حلیمہ کو کوئی بچّہ نہ ملا۔ حضورؐ کے بارے میں اس کے خیالات بھی دوسری عورتوں جیسے تھے کہ یتیم بچہ ہے ۔ خُدا جانے کچھ ملے یا نہ ملے ۔

جب واپسی کے لئے سب تیار ہو گئے تو حلیمہ نے سوچا کہ یوں خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے کہ اس یتیم بچے کو ہی لے لیا جائے ۔ چنانچہ اس نے حضورؐ کو گود میں اٹھایا اور قافلہ کے ہمراہ اپنی بستی کی طرف روانہ ہو گئی ۔

اب خدا کی شان دیکھئے کہ حلیمہ کی مریل سی گدھی جو آتے وقت سب سے پیچھے تھی اب آگے آگے بھاگی جا رہی ہے ۔ قافلے کے دوسرے لوگ حیران تھے کہ اس کمزور سی گدھی میں اتنی پھُرتی کہاں سے آگئی ۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اب اس کی پشت پر نبیؐ آخرالزمانؐ سوار ہیں ۔

حضورؐ کے آنے کی دیر تھی کہ حضرت حلیمہ کے دن پھر گئے ۔ ان کی اونٹنی پہلے سے کہیں زیادہ دودھ دینے لگی ۔ چراگاہ ہری بھری ہو گئی اور یُوں ان کی بکریوں کو پیٹ بھر کر چارہ ملنے لگا۔ غرض حضورؐ کی آمد حضرت حلیمہ کے لئے

ہی نہیں بلکہ ان کے پورے قبیلہ بنو سعد کے لئے بھی بہت مبارک ثابت ہوئی۔

(۲)

صرف اپنے حصّے کا دودھ پینا

حلیمہ کا ایک بیٹا حضورؐ کا ہم عمر تھا۔ وُہ اسے اپنا دودھ پلاتی تھیں۔ پہلے دن حضورؐ کو دودھ پلایا تو آپؐ نے صرف ایک چھاتی سے پیا اور دوسری کو منہ تک نہ لگایا۔ گویا یہ اس بات کا اعلان تھا کہ یہ میرے رضاعی بھائی کا حصّہ ہے اور میں اسے نہیں چھیڑوں گا۔ بڑے ہو کر حضورؐ عرب بھر میں صادق و امین کے لقب سے مشہور ہوئے مگر ان کی امانت و دیانت کا عملی مظاہرہ شیر خواری کے زمانے میں ہی شروع ہو گیا تھا۔

(۳)

رضاعی بہن کو کاٹنا

زمانہ قدیم میں عرب میں جگہ جگہ میلے لگتے تھے۔ جن میں ہر عمر کے لوگ بڑے شوق سے شرکت کرتے تھے۔ ان میلوں کو عکاظ کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دائی حلیمہ بھی حضورؐ اور اپنے بچوں کے ہمراہ اسی قسم کے ایک میلے میں شرکت کے لئے گئیں۔ اپنا بچہ حلیمہ نے خود اٹھایا ہُوا تھا۔ اور حضورؐ کو آپؐ

کی بڑی رضاعی بہن شیماءؓ اٹھائے لے جا رہی تھی۔ شیما تیز تیز چل رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اپنے رضاعی بھائی کو گدگدا بھی رہی تھی۔ بچہ بھی خوش ہو رہا تھا۔ لیکن جب شیماؓ نے بہت زیادہ گدگدایا تو بچہ بُرا مان گیا اور لڑکی کے کندھے پر اتنے زور سے کاٹا کہ زخم بن گیا۔ بعد میں زخم تو بھر گیا۔ لیکن نشان باقی رہا۔

وقت گذرتا گیا۔ حضورؐ بڑے ہو کر منصبِ نبوت پر فائز ہوئے اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی اور نئی نئی فتوحات ہونے لگیں۔ اس واقعہ کو کوئی پچپن برس گذر گئے۔ اسلامی فوج ایک علاقے کو فتح کرنے کے بعد واپس لوٹی تو اس کے ہمراہ کچھ جنگی قیدی بھی تھے۔ انہیں حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو ایک کمان کی طرح جھکی ہوئی کمزور سی بڑھیا نے آگے بڑھ کر رسالتمآبؐ کو سلام کیا اور پوچھا حضورؐ! آپؐ نے مجھے پہچانا۔ حضورؐ نے نفی میں جواب دیا تو بڑھیا نے بتایا کہ وہ آپؐ کی رضاعی بہن شیما ہے۔ اس نے رسولِ خداؐ کو کاٹنے والا واقعہ بھی یاد دلایا اور کندھا دکھایا جہاں پر دانتوں کے نشانات اب بھی موجود تھے۔

شیماءؓ کو اس حال میں دیکھ کر رسولِ خداؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انہیں نہایت احترام کے ساتھ اپنی چادر پر بٹھایا۔ اور بڑی دیر تک ان کے گھر کے حالات معلوم فرماتے رہے۔

۴

شقِ صدر

دائی حلیمہ کے ہاں قیام ہی کا واقعہ ہے کہ ایک روز آپؐ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے بستی سے باہر تشریف لے گئے۔ بکریوں کو کُھلا چھوڑ کر آپؐ ایک چٹان کی اوٹ میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں چند اجنبی آدمی آئے۔ حضورؐ کو زمین پر لٹا کر سینہ مبارک چاک کیا۔ ان کا دِل باہر نکالا اور ایک سیاہ دھبہ کاٹ کر، یہ کہتے ہوئے دور پھینک دیا کہ یہ شیطان کا حصہ تھا۔ پھر انہوں نے دل کو دھو کر اپنی جگہ رکھا اور سینہ کا چاک بند کر کے آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔

آپؐ کا رضاعی بھائی ایک طرف سہما کھڑا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ جونہی اجنبی آدمی غائب ہوئے وہ دَوڑتا ہوا گھر آیا اور اپنے والدین کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ یہ سُن کر دونوں میاں بیوی سخت پریشان ہوئے اور گرتے پڑتے صحرا کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضورؐ ایک چٹان پر بیٹھے حیرانی سے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پوچھنے پر آپؐ نے پورے واقعہ کی تصدیق کی اور فرمایا کہ میں انہیں اجنبی آدمیوں کو آسمان کی طرف محوِ پرواز دیکھ رہا تھا۔

دائی حلیمہ اور ان کے شوہر اس غیر معمولی اور معجزاتی واقعہ سے بے حد

متاثر ہوئے اور حضورؐ کو اُن کی والدہ ماجدہ کے پاس واپس چھوڑ آئے تاکہ بعد میں کوئی پریشانی نہ ہو۔

⑤

کھیل تماشوں سے بیزاری

بچپن کا دَور بھی عجیب ہوتا ہے۔ بچّے طرح طرح کے کھیل تماشوں میں حصّہ لیتے ہیں اور نئی نئی دلچسپیوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن حضورؐ کا بچپن بہت ہی صاف ستھرا گذرا۔ آپؐ کو ان کاموں سے ذرا دلچسپی پیدا نہ ہوتی۔ محنت کی عادت شروع سے ہی تھی۔ اور اپنے ہم عمر لڑکوں کے ہمراہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ دن کو سخت گرمی کے سبب بعض دفعہ یہ نوخیز لڑکے اپنے اپنے ریوڑ کے ساتھ سرِشام مکّہ سے باہر چلے جاتے اور رات بھر قریبی چراگاہ میں جانور چراتے رہتے۔ ایک دفعہ مکّہ میں کسی کی شادی تھی۔ راگ رنگ کی محفلیں ہفتوں جمتی رہیں۔ آپؐ کے ساتھی چرواہے ریوڑ آپؐ کی نگرانی میں چھوڑتے اور خود ناچ گانا دیکھنے کے لئے چلے جاتے۔ واپس آکر وُہ پروگرام کی بیحد تعریف کرتے اور حضورؐ کو کہتے کہ کبھی آپ بھی جاکر دیکھیں۔ بہت لطف آئے گا۔

ان کے بار بار کہنے پر ایک رات حضورؐ مان گئے اور اپنی بکریاں ایک دوسرے لڑکے کی نگرانی میں چھوڑ کر شادی والے گھر چلے گئے۔ ابھی محفل میں بیٹھے ہی تھے

کہ اونگھنے لگے اور سو گئے ۔ دن چڑھا تو آنکھ کھلی۔ ساتھیوں میں واپس آئے تو سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے کہا یہ محض اتفاق ہے ۔ آج آپؐ دوبارہ جائیں۔ ہم آپؐ کی بکریوں کی رکھوالی کر لیں گے ۔ آپ دوسری رات بھی گئے ۔ لیکن پھر وہی قصہ ہوا۔ محفل میں جاتے ہی نیند کی آغوش میں پہنچ گئے ۔ غرض اللہ تعالےٰ اپنے پاک نبی کو بچپن سے ہی جاہلیت کی باتوں سے محفوظ رکھا اور اس واقعہ کے بعد تو حضورؐ کو کبھی ایسی محافل میں جانے کا شوق ہی نہ ہوا۔

(۶)

عکاظ کا میلہ

پرانے زمانے میں ملک عرب میں جگہ جگہ میلے لگتے تھے ۔ جن میں ہر طبقہ کے لوگ جوق در جوق شرکت کرتے اور عجیب وغریب جاہلانہ رسومات ادا کرتے تھے ۔

اسی قسم کا ایک بڑا میلہ ہر سال مکہ میں بھی لگتا تھا۔ لوگ دُور دُور سے اس میں شرکت کے لئے آتے ۔ آپؐ کے چچا ابوطالب سمیت قبیلہ قریش کی اہم شخصیتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ بوانہ نامی بُت کے پاس ایک دن اور ایک رات بسر کرتے ۔ بال کٹاتے ، قربانی کرتے اور دیگر عجیب رسمیں ادا کرتے تھے ۔ لیکن حضورؐ کی طبیعت اس تقریب میں شرکت کے لئے آمادہ نہیں ہوتی تھی ۔ سب

لوگ چلے جاتے اور آپؒ گھر پر ٹھہرتے۔

ایک دفعہ یوں ہوا کہ چچاؤں اور پھپھیوں کے اصرار پر آپؒ بھی تشریف لے گئے۔ دل تو نہیں مان رہا تھا لیکن بڑوں کا کہنا ٹالنا بھی مشکل تھا۔ خیر چلے تو گئے لیکن کسی بیہودہ رسم میں حصّہ نہ لیا۔ سب سے الگ تھلگ ایک طرف بیٹھے رہے۔ واپس آئے تو سخت خوف زدہ اور پریشان تھے۔ چچا اور پھپھیوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے سہمے سہمے بتایا کہ میں بوانہ جبت کے قریب گیا تو اچانک ایک بہت لمبے قد کا آدمی دکھائی دیا جس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محمدؐ پیچھے ہٹ جاؤ۔ اسے ہاتھ نہ لگانا" اور میں فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ اس واقعہ کے بعد آپؒ کبھی کسی ایسی تقریب میں نہیں گئے اور نہ ہی آپؒ کو اس کے لئے مجبور کیا گیا۔

عزیز دوستو! دیکھا اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی کس طرح حفاظت فرماتے ہیں۔ برائی کی طرف ان کی طبیعت مائل ہی نہیں ہوتی اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے انہیں ایسی جگہوں پر جانا پڑ بھی جائے تو فرشتے ان کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔

25121

(۷)

بحیرا سے ملاقات

یہ تو ہم سبھی جانتے ہیں کہ قریش مکہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور انہوں نے اس مقصد کے لئے خانہ کعبہ میں 360 بت سجا رکھے تھے۔ لات، منات اور عزّیٰ بڑے بت تھے۔ اور عربوں میں دستور تھا کہ وہ ان کی قسم اٹھاتے۔ لیکن حضورؐ کو بچپن سے ہی ان بتوں سے شدید نفرت تھی۔ آپؐ نے کبھی ان کی عبادت کی اور نہ ہی قسم اٹھائی۔

آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب تجارت پیشہ تھے۔ ایک بار قافلہ کے ہمراہ ملک شام کی طرف جانے لگے تو حضورؐ مچل گئے کہ میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ چچا تذبذب میں تھے کہ سفر لمبا اور صبر آزما ہے۔ ایک بارہ سال کا بچہ کیوں کر ساتھ دے سکے گا۔ رخصت کا وقت آیا تو حضورؐ چچا سے لپٹ کر رونے لگے اور کہا "چچا جان۔ نہ میری ماں، نہ باپ، دادا تھے وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ کے بعد آپ کے سہارے پر ہوں اور آپ بھی مجھے اکیلا چھوڑ کر جا رہے ہیں، یہ سن کر حضرت ابو طالب کا دل پسیج گیا اور حضورؐ کو بھی ہمراہ لے لیا۔

قافلہ منزلیں طے کرتا ہوا شام کے علاقے بصریٰ پہنچا۔ بستی سے باہر ایک راہب 'بحیرا' نامی کی کٹیا تھی۔ وہ ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا اور بہت کم اپنے کمرے سے باہر نکلتا تھا۔ قافلے ہمیشہ اس کی کٹیا کے پاس ڈیرہ

ڈالتے لیکن اُسے کسی سے کوئی سروکار نہ ہوتا تھا۔ مگر اس بار مکّہ کے قافلے نے وہاں پڑاؤ کیا تو بحیرا نے اس کی دعوت کی اور کہا کہ سب لوگ کھانے کے لئے آئیں اور کوئی پیچھے نہ رہے۔

دعوت کے وقت سب چلے گئے، لیکن حضورؐ کو کم عمری کے سبب سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ دعوت شروع ہونے سے پہلے بحیرا نے پوچھا کہ کیا سب آگئے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ بس ایک چھوٹا سا لڑکا پیچھے ہے اُسے سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ آئے ہیں۔ بحیرا کے اصرار پر آپؐ کو بھی بلایا گیا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اور بحیرا کی مہمان نوازی کی تعریف کی۔ لیکن وہ تو دُنیا ومافیہا سے بے خبر حضورؐ کے پُر نُور چہرے پر نظریں گاڑے ہوئے تھا۔ کھانا ختم ہوا تو اُٹھ کر حضورؐ کے پاس گیا اور کہنے لگا "میاں صاحبزادے! میں تمہیں لات ومنات کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو کچھ پوچھوں گا اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دو گے"۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جواب میں بے شک صحیح دوں گا۔ لیکن مجھے ان بتوں کی قسم نہ دو۔ کیونکہ مجھے ان سے نفرت ہے۔

اس کے بعد بحیرا نے آپؐ کے حالات، نیند، عادات اور دوسری باتوں کے بارے میں پوچھا۔ آپؐ جواب دیتے رہے۔ پھر حضرت ابو طالب کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ آپ ان کے کیا لگتے ہیں۔ حضرت ابو طالب نے جواب دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیرا نے کہا اس لڑکے کا باپ زندہ نہیں ہو سکتا۔ تو ابو طالب

نے بتایا کہ آپ حضورؐ کے والد نہیں چچا ہیں۔

بحیرا نے کہا اب میری تسلی ہو گئی ہے۔ آپ کا بھتیجا ایک عظیم شخصیت بننے والا ہے۔ اسے یہودیوں سے بچاؤ۔ مبادا کوئی شرارت کریں۔ چنانچہ حضرت ابو طالب نے مالِ تجارت جلدی جلدی بیچا اور مکّہ واپس تشریف لے گئے۔

(۸)

شرم و حیا

عزیز دوستو! ہمارے مذہب میں سَتر کو چھپانے کا سختی سے حکم ہے،

ستر پوشی حیا کا حصّہ ہے اور حیا کو ایمان کا حصّہ کہا گیا ہے۔

حدیث مبارک ہے:۔

ترجمہ:۔ ایمان کی ساٹھ سے کچھ زیادہ قسمیں ہیں اور ان میں ایک حیا بھی ہے۔[۱]

ستر ہے کیا؟ یعنی یہ کہ گھٹنوں سے اوپر اور ناف کے نیچے کا جسم کسی کے سامنے ننگا نہیں ہونا چاہیئے۔ قدیم عربوں میں سَتر کو ڈھانپنے کا رواج نہ تھا۔ بچّے تو رہے ایک طرف، بڑے بھی ایک دوسرے کے سامنے ننگا ہونے میں عار نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کا تو یہ ایک طرح کا شغل تھا۔

لیکن اس معاشرہ میں پیدا ہونے کے باوجود حضورؐ شرم و حیا کے پُتلے

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الایمان

تھے ۔ ہمیشہ اپنے جسم کو مناسب طریقے سے ڈھانپ کر رکھتے تھے بچپن کا واقعہ ہے کہ محلّے کے دوسرے بچّوں کے ہمراہ کھیل رہے تھے کھیل یہ تھا کہ سب بچے بڑے بڑے پتھر اُٹھا کر لاتے اور انہیں ایک جگہ جمع کرتے جاتے ۔ عرب کے دستور کے مطابق بچّوں نے تہمند پہن رکھے تھے ۔ پتھر اٹھا کر چلتے تو تہمند ٹانگوں میں پھنستے تھے ۔ اس کا علاج انہوں نے یہ کیا کہ بعض نے تو تہمند سرے سے ہی اتار پھینکے اور بعض نے اوپر اُٹھا کر گلے کے ساتھ باندھ لئے ۔ یوں کھیل میں مصروف رہے ۔ سب کی دیکھا دیکھی حضورؐ نے بھی ایسا کرنے کی کوشش کی تو نہ جانے کہاں سے انہیں ایک زور کا گھونسہ پڑا اور ساتھ ہی آواز بھی آئی ۔ کہ خبردار اپنی تہمند باندھ کر رکھو ![1]

عزیزو ! ظاہر ہے یہ گھونسہ اور آواز قدرت کی طرف سے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی برہنگی کو بچپن میں بھی گوارا نہ کیا ۔

۱۔ صحیح بخاری ۔ کتاب الادب

تیسرا باب

بچوں سے دلچسپی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچوں سے بہت دلچسپی تھی۔ بچوں سے پیار کرتے، شفقت سے سر پہ ہاتھ پھیرتے اور ان کے لئے دعا فرماتے۔ ننھے بچوں سے خاص طور پر بہت محبت سے پیش آتے۔ انہیں گود میں اُٹھا لیتے۔ بہلانے کے لئے عجیب حرکتیں کرتے اور گلے سے طرح طرح کی آوازیں نکالتے۔ بعض دفعہ ننھے بچے آپؐ کے کپڑوں پر پیشاب بھی کر دیتے، مگر آپؐ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ کھانے کے لئے کھجوریں دیتے، بچے چبا نہ سکتے تو دانتوں سے نرم کر کے کھلاتے۔

بچوں کے بارے میں فرماتے کہ یہ خدا کے باغ کے پھول ہیں۔ بچوں کو جمع کر کے دوڑ لگواتے۔ جیتنے والوں کو انعام دیتے۔ بچے دوڑ لگاتے ہوئے آپؐ کے پاس پہنچتے تو بیٹھ جاتے یوں بچے آپؐ پر گر جاتے۔ بچوں کو ہنسانے کے لئے ان سے مذاق بھی کرتے[1]۔

بچوں سے محبت اور شفقت کے سلسلہ میں حضورؐ کی کئی ایک احادیث ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں[2]۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب الادب ۲۔ صحیح بخاری کتاب الادب

①

دو کانوں والا

حضرت انس رضؓ سے بہت رغبت تھی ۔ انہیں نام کی بجائے " او دو کانوں والے" (یَا ذَاالْاُذُنَیْنِ) کہہ کر پکارتے (ظاہر ہے ہر شخص کے دو کان ہی ہوتے ہیں لیکن یہ حضورؐ کا حضرت انس رضؓ سے مذاق تھا)

②

ابو عمیر کا ممولا

حضورؐ بچوں کی دلجوئی فرماتے ۔ ان کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں اور غموں میں شرکت فرماتے۔ ابو عمیر رضؓ نے بچپن میں ممولا پال رکھا تھا اور اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ممولا ایک دن مرگیا۔ ابو عمیر اس کی موت پر بہت پریشان ہوئے۔ حضورؐ کو پتہ چلا تو ابو عمیر کی باقاعدہ دلجوئی کی!

۱۔ شمائل ترمذی

(۳)

او دھوکے باز !

اسی طرح ایک اور صحابی عبداللہ بن بشیر کا واقعہ ہے کہ بچپن میں ایک دفعہ اُن کی والدہ نے اہنیں انگور دے کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا ۔عبداللہ سے صبر نہ ہو سکا۔ سارا پھل راستے ہی میں کھا گئے اور ماں کو جا کر جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ حضورؐ کو دے آیا ہوں ۔ ماں کو شک گذرا۔ حضورؐ سے پچھوایا تو پتہ چلا کہ میاں صاحبزادے سارے کے سارے انگور خود ہی ہڑپ کر گئے ہیں ، چنانچہ وہ بیٹے کو پکڑ کر سرزنش کے لئے حضورؐ کے پاس لے آئیں۔ آپؐ نے پیار سے عبداللہ کے کان پکڑ لئے اور فرمایا "او دھوکے باز" " او دھوکے باز" (یا غدر ! یا غدر !) یعنی انگور خود کھا گیا اور نام ہمارا لگا دیا۔

(۴)

نواسوں سے رغبت

اپنے نواسوں حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے خاص طور پر بہت پیار تھا۔ وہ مسجد نبوی میں آپؐ کے پاس آجاتے اور ادھر ادھر دوڑتے پھرتے آپؐ اُنہیں کچھ نہ کہتے ۔ نماز کے دوران کبھی کبھار وہ آپؐ کی ٹانگوں میں سے

گذر جاتے۔ مگر آپؐ نے کبھی نہ ڈانٹا۔

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے آپؐ کی محبت اور شفقت کے کئی واقعات کا ذکر تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔ جن میں سے کچھ یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔

۵

نئے کپڑے

جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ حضورؐ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف فرما تھے۔ خطبہ شروع ہونے والا تھا کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نئے کپڑے پہنے تشریف لائے۔ حضورؐ منبر سے نیچے اتر کر نواسوں کی طرف بڑھے انہیں پیار کیا اور گود میں اٹھا کر اپنے پاس بٹھایا۔

۶

طویل سجدہ

حضرت حسینؓ کا واقعہ ہے کہ حضورؐ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کھیلتے کھیلتے آئے اور حضورؐ سجدہ میں گئے تو پشت مبارک پہ سوار ہو گئے۔ حضورؐ نے سجدہ لمبا کر لیا کہ کہیں سر اٹھانے سے بچہ نیچے نہ گر جائے

اور اُسے چوٹ آئے۔

(۷)

سوار بھی تو کسی سے کم نہیں

حضرت حسینؓ کا ہی واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ انہیں کندھوں پہ بٹھائے گلی سے گذر رہے تھے۔ راہ میں ایک صحابی سے ملاقات ہوئی صحابی نے کہا سبحان اللہ: سواری کتنی عمدہ ہے حضورؐ نے انہیں ٹوکتے ہوئے فرمایا۔ "سوار کی طرف بھی دیکھو، وہ بھی تو کسی سے کم نہیں۔

(۸)

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

ایک دفعہ کسی شخص نے حضورؐ کو اپنے نواسوں سے بے تحاشا پیار کرتے دیکھا تو تعجب سے کہنے لگا۔ میرے دس بیٹے ہیں، میں نے تو کبھی ان سے پیار نہیں کیا۔ حضورؐ یہ سن آزردہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ تمہارے دل کو اللہ نے محبت کے جذبہ سے خالی کر دیا ہے، تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ پھر فرمایا یاد رکھو، جو رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا![1]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب۔

۹

بیٹے سے محبت

عربوں میں رواج تھا کہ بچوں کو دودھ پلانے کے لئے کسی دوسرے قبیلہ کی عورت کے سپرد کر دیتے تھے۔ حضورؐ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کو اس مقصد کے لئے ایک لوہار کی بیوی کے حوالے کر رکھا تھا، جس کا گھر شہر سے باہر ایک اضافی بستی میں تھا۔ حضورؐ بیٹے کو دیکھنے کے لئے خاصا فاصلہ طے کر کے وہاں تشریف لے جاتے۔ چھوٹا سا گھر تھا، لیکن آپ وہاں بیٹھتے اور بچے کو گود میں لے کر پیار کرتے۔ پھر اسی صاحبزادے کی وفات ہوئی تو صدمے سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپؐ کی ایک صاحبزادی اُمّ کلثوم فوت ہوئیں تو بھی آنکھیں اشکبار تھیں۔

۱۰

اسے کھیلنے دو

اُمّ خالد بنتِ خالد ایک معروف صحابیہ ہو گذری ہیں۔ بچپن میں اکثر اپنے والد کے ہمراہ حضرت نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں، ایک دفعہ زرد رنگ کی نئی قمیص پہن کر حضورؐ کے پاس گئیں تو آپؐ نے

لباس اور کپڑے کی تعریف کی۔ ان کے اباّ حضورؐ سے باتوں میں مصروف ہوگئے تو لڑکی آپؐ کی پشت پر جاکر مہرِ نبوت[۱] سے کھیلنے لگی۔ باپ نے دیکھا تو ڈانٹا، لیکن سرکارِ دوجہاںؐ نے منع کردیا اور فرمایا، اسے کھیلنے دو، کوئی حرج نہیں۔[۲]

(۱۱)

یہودی بچے سے شفقت

سرورِ کائنات[۱] کی یہ محبت و شفقت صرف مسلمان بچوں کے ساتھ ہی نہیں تھی بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کرتے تھے۔ ایک یہودی لڑکا آپؐ کے ہاں ملازم تھا۔ دو چار روز غیر حاضر رہا تو حضورؐ کو پریشانی ہوئی۔ کسی سے پچھوایا تو پتہ چلا کہ بیمار ہے اور بستر پہ پڑا ہے۔ یہ سُن کر آپؐ فوری عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ بے سُدھ پڑا ہے۔ اور زندگی کے آثار تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ آپؐ سرہانے بیٹھ گئے۔ سوچا کہ اس معصوم نے اتنا عرصہ میری خدمت کی ہے اور اب مناسب نہ ہوگا کہ جہنم کا ایندھن ہے۔ چنانچہ شفقت سے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ بچے نے آنکھیں کھولیں تو حضورؐ نے اُسے اسلام قبول کرنے کے لئے فرمایا۔

۱۔ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان ابھرا ہوا گوشت، بڑے تل کی مانند تھا۔

۲۔ صحیح بخاری۔

باپ پاس ہی کھڑا تھا۔ بچے نے اس کی طرف دیکھا، گویا کہ اجازت چاہ رہا ہو۔ باپ نے کہا کوئی حرج نہیں محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) یقیناً تمہارے بھلے میں ہیں۔ ان کی بات مان لو۔ پس بچّہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس پر حضورؐ بہت خوش ہوئے۔ وہاں سے نکلے تو فرمایا "خدا کا شکر ہے کہ وہ آگ سے بچ گیا!

۱۔ صحیح بخاری

چوتھا باب

صداقت و امانت

صداقت کا مطلب ہے، سچی بات کہنا اور امانت کا مفہوم ہے یا سپرد کی ہوئی چیز کی دیانتداری سے حفاظت کرنا۔ یہ دونوں خصوصیات لازم و ملزوم ہیں یعنی سچّا آدمی، امانت دار بھی ہوگا۔ اخلاقی خوبیوں میں صداقت و امانت افضل ترین ہیں۔ صداقت، ذاتِ الٰہی کی صفات میں سے ہے۔ اور سب سے زیادہ سچّی ذات، خود اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے۔

قرآن حکیم کی سورۂ نساء میں قیامت کے وعدہ کے سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (نساء-۱۱)

ترجمہ:- اور بات میں اللہ سے بڑھ کر سچّا کون ہو سکتا ہے۔

قیامت کے روز کے بارے میں سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ (مائدہ-۱۶)

ترجمہ:- اس دن سچّے لوگوں کو ان کا سچ کام آئے گا۔

سچ کا ساتھ دینے کے سلسلہ میں سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (توبہ-۱۵)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو: خدا سے ڈرو اور سچوں کا ساتھ دو۔

امانت کے بارے میں سورۃ نساء میں آتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (نساء-۸)

ترجمہ: بیشک تمہیں اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کردیا کرو۔

امانت کی حفاظت کے بارے میں سورۃ نساء میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (انفال-۲۷)

ترجمہ:۔ اور امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔

احادیثِ نبوی میں امانت پر بہت زور دیا گیا ہے۔

حدیث مبارک ہے:۔

ترجمہ: جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی سچے اور ایماندار شخص تھے۔ نبوت سے پہلے بھی لوگ اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھ جاتے۔ حتیٰ کہ ہجرت کے وقت بھی آپؐ کے پاس لوگوں کی امانتیں موجود تھیں۔ جو مدینہ روانہ ہونے سے پہلے آپؐ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کے سپرد کیں۔ تاکہ وہ انہیں ان کے مالکوں کو لوٹا سکیں، مکہ والوں نے آپؐ کو صادق اور امین کا لقب دے رکھا تھا۔ اعلانِ نبوت کے بعد گو وہ آپؐ کے سخت دشمن ہو گئے، لیکن آپ کی سچائی اور دیانتداری پہ کبھی شبہ نہ کیا۔

(۱)

آپؐ کی صداقت پر ابوسفیان کی گواہی

اُنہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ابوسفیان ایک تجارتی قافلے کے ساتھ روم گئے۔ روم میں ہرقل نامی بادشاہ کی حکومت تھی اور وُہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ان کے نئے دین کے بارے میں پہلے ہی سُن چکا تھا، ایک دن ابوسفیان دربار میں پیش ہوئے تو ہرقل نے ان سے حضورؐ، ان کے ساتھیوں اور دین اسلام کے متعلق مختلف سوالات کئے۔ ابوسفیان ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جی کھول کر برائیاں کیں۔ ہرقل خاموشی سے سنتا رہا۔ ابوسفیان کا بیان ختم ہوا تو اس نے کہا۔

"آپ کے کہنے کے مطابق محمد ابن عبداللہ اللہ کا رسول نہیں اور غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ صرف اتنا بتائیں کہ اس نئے نبیؐ کو آپ نے روزمرہ زندگی میں کیسا پایا"

ابوسفیان کو اعتراف کرنا پڑا کہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حد سچے انسان ہیں اور انہوں نے زندگی میں کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔

اس پہ ہرقل نے بڑے وثوق سے کہا کہ جس شخص نے کبھی انسانوں کے معاملے میں جھوٹ نہ بولا ہو، وہ بھلا اللہ کے معاملے میں کیا جھوٹ بولے گا وہ

یقیناً اللہ کا نبی ہے۔

ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے پاس اس دلیل کا کوئی توڑ نہ تھا، لہذا چپکے ہو رہے۔

عزیز دوستو! آپ نے دیکھا کہ سچ میں کتنی طاقت ہے۔ یہی وہ طاقت تھی جس نے بدترین دشمنوں سے بھی آپؐ کو صادق و امین کا لقب دلایا۔ اور اسی طاقت نے ہی روم کے بادشاہ ہرقل کو آپؐ کی نبوّت کی تصدیق پر مجبور کیا۔

۲

نصیر بن حارث کی گواہی

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے نبیٔ اکرمؐ کے بدترین دشمن بھی آپؐ کے کردار کی عظمت، صداقت اور امانت کے معترف تھے۔ مذہب اسلام کے بارے میں آپؐ کی بات تک نہ سنتے لیکن اپنی محفلوں میں آپؐ کی عادات وخصائل کی تعریف کرتے۔ آپؐ کے ان دشمنوں میں ایک شخص نصیر بن حارث بھی شامل تھا۔ ایک دن قریش کے سرداروں کی محفل جمی تھی۔ نیا دین اور نبیٔ اکرمؐ کی ذاتِ اقدس زیر بحث تھی۔ کچھ مذہب اسلام کی برائیاں کر رہے تھے تو کچھ حضورؐ کی ذات میں کیڑے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک بولا، محمدؐ جادوگر ہے۔

دوسرے نے کہا وہ دیوانہ ہے۔ تیسرا بولا اس کی باتیں تو شاعری معلوم ہوتی ہیں، غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

نضیر بن حارث آج خلاف توقع خاموش سا تھا۔ جب سب اپنی اپنی ہانک چکے، تو بڑی متانت سے بولا۔ اے قریش والو! تم غلطی پر ہو، محمدؐ کا بچپن، لڑکپن اور جوانی آپ کے سامنے گذرے ہیں، آج تک اس نے نہ تو جھوٹ بولا اور نہ کوئی غلط بات کی۔ اب جبکہ اس کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ تو تم اُسے جادوگر، دیوانہ اور شاعر بنا رہے ہو۔ بخدا ہم نے زمانہ دیکھا ہے۔ جادوگروں، دیوانوں اور شاعروں سے بھی پالا پڑا ہے۔ لیکن محمدؐ میں تو اُن جیسی کوئی بات بھی نہیں، اے قریشی سردارو! عقل کے ناخن لو، یقیناً کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہو چکا ہے۔ جس کا ہم احساس نہیں کر رہے۔

دوستو! ذرا غور کریں۔ حضورؐ کی ذات کا یہ تجزیہ آپؐ کے ایک بہت بڑے دشمن نے کیا ہے، یہ لوگ دل کی گہرائیوں سے حضورؐ اور دین اسلام کو برحق سمجھتے تھے۔ لیکن زبانوں پر تالے پڑے ہوئے تھے اور اقرار کی توفیق نہ ہو سکی۔ یہی نضیر بن حارث جنگ بدر میں شامل تھا اور گرفتار ہو کر قتل ہوا۔[1]

1۔ سیرۃ ابن ہشام

(۳)

ابوجہل کی گواہی

آپؐ کا ایک اور بہت بڑا دشمن ابوجہل بھی آپؐ کی صداقت و امانت کا معترف تھا۔ اس نے خود حضورؐ سے کہا تھا کہ ہمیں آپؐ کی سچائی اور دیانت پر کوئی شبہ نہیں اور نہ ہم آپؐ کو جھٹلاتے ہیں لیکن جو کچھ تو لایا ہے (دین اسلام) اور جو تو کہتا ہے۔ ہم اس کو نہیں مانتے اور اس کو جھٹلاتے ہیں۔

بدر کی جنگ کا واقعہ ہے کہ دونوں فوجیں آمنے سامنے خیمہ زن تھیں۔ باقاعدہ لڑائی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ کفار کی فوج کے بعض لوگوں کو ایک پریشانی لاحق تھی کہ محمدؐ کا دین غلط نہیں ہو سکتا۔ اور وہ آپس میں اس موضوع پر گفتگو بھی کرتے۔ ایک قریشی اخنس ابن شریقؓ ابوجہل سے تنہائی میں ملا اور کہنے لگا کہ اس وقت کوئی تیسرا شخص موجود نہیں ہے۔ تو مجھے سچ سچ بتادے کہ آیا محمدؐ سچا ہے یا جھوٹا۔ ابوجہل نے جواب دیا۔ بیشک محمدؐ سچ بولتا ہے اور اس نے کبھی غلط بیانی نہیں کی[1]۔

حضورؐ نہ صرف خود بے حد سچے اور دیانتدار شخص تھے بلکہ دوسروں میں بھی یہ صفات دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں نیچے دو واقعات درج کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ الشفاء، ص ۵۹

(۴)

بد دیانت اناج فروش

ایک دِن رسولِ خُداؐ مدینہ کے بازار سے گذر رہے تھے ، ایک اناج فروش کو دیکھا کہ گندم کی ڈھیری لگائے گاہک کے انتظار میں بیٹھا ہے ۔ حضورؐ نے حال احوال پوچھا اور یونہی ڈھیری کے اندر ہاتھ ڈالا تو نمی سی محسوس کی ۔ آپؐ حیران ہوئے کہ بظاہر گندم خشک اور صاف ستھری ہے تو نمی کہاں سے آگئی ۔ دکاندار سے دریافت فرمایا تو بولا کہ رات بارش کی وجہ سے کچھ گندم بھیگ گئی تھی اور یہ اس کی نمی ہے ۔

حضورؐ یہ سُن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا " او دشمنِ دین ! گیلی گندم تمہیں ڈھیری میں اوپر ڈالنا چاہیئے تھی ۔ تاکہ پہلی ہی نظر میں گاہک کو نظر آجاتی ۔ اسے یُوں چھپاکر بیچنا تو صریحاً بد دیانتی اور دھوکہ دہی ہے ۔ پھر فرمایا :

حدیث :۔ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا

ترجمہ : جو شخص دھوکہ دیتا ہے وہ میری جماعت سے خارج ہے ۔

(۵)

صرف جھوٹ چھوڑ دو

ایک دفعہ ایک شخص رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا ۔ عرض کی یا رسول اللہؐ

میں بہت گنہگار ہوں۔ دنیا کی ہر برائی مجھ میں موجود ہے۔ نیکی سے کوئی رغبت نہیں نماز روزے کے پاس تک نہیں پھٹکتا، چھینا جھپٹی، چوری سے کوئی عار نہیں۔ جھوٹ اور غیبت گھٹی میں ہے۔ خدا کے لئے میری دستگیری فرمائیں اور ہدایت کی راہ پر لے آئیں۔" مزید عرض کی کہ عادی گنہگار ہوں، سب برائیاں یکدم چھوڑنا محال ہے۔ کئی دفعہ کوشش کر چکا ہوں۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔

حضورؐ نے یہ روئداد سنی تو اس شخص کو پاس بٹھا لیا۔ شفقت سے پوچھا کہ کیا ان سب میں سے صرف ایک برائی ترک کر سکتے ہو۔ وہ بڑی خوش دلی سے بولا "کیوں نہیں یا حضرت، ایک برائی چھوڑ دینا تو میرے لئے کوئی مسئلہ ہی نہیں" آپؐ نے فرمایا کہ آج اور اسی وقت سے جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ وہ شخص رضامند ہو گیا۔ واپسی کی اجازت چاہی تو حضورؐ نے دو روز بعد دوبارہ آنے کے لئے کہا"

وہ شخص واپس گھر آیا تو نماز کا وقت ہو چکا تھا، سوچا کہ پہلے کبھی نہیں پڑھی تو آج بھی کیا ضرورت ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے خیال آیا کہ پرسوں اگر حضورؐ نے نماز کے بارے میں پوچھ لیا تو خواہ مخواہ شرمندگی ہوگی۔ جھوٹ نہ بولنے کا تو وہ ویسے ہی وعدہ کر چکا تھا۔ چنانچہ اس وقت اٹھا اور نماز ادا کی۔ شام کو دوستوں کی محفل جمی تو سب گپیں ہانکنے اور دوسروں کی غیبت میں لگ گئے۔ اس شخص نے سوچا کہ اگر وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا تو حضورؐ کو کیا جواب

دے گا۔ چنانچہ چپ رہا اور بُرے دوستوں کی صحبت سے کنارہ کر لیا۔ رات ہوئی تو چوری کرنے کے ارادے سے اٹھا۔ لیکن اسی لمحے خیال آیا کہ چوری کی سچ سچ رپورٹ تو رسولِ خدا کو دینا مشکل ہو جائے گی۔ چنانچہ ارادہ ترک کر دیا۔

حسبِ وعدہ دو دِن وُہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو بالکل بدلا ہوا انسان تھا۔ ساری کیفیت سُن کر حضورؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ دیکھا صرف جھوٹ چھوڑنے سے تمہاری سب برائیاں دور ہو گئی ہیں اور تم ایک اچھے انسان بن گئے ہو۔

پیارے بچو! ہو سکتا ہے کہ آپ میں سے کچھ بچے کبھی کبھی جھوٹ بول لیتے ہو۔ یاد رکھیں جھوٹ سب برائیوں کی جڑ ہے۔ جھوٹے کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔ اور کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کرتا۔ آیئے عہد کریں کہ پیارے نبیؐ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ہم آئندہ کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے۔

(۶)

جھوٹ بہرحال جھوٹ ہے

جھوٹ کی کئی قسمیں اور درجے ہیں۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ جس جھوٹ سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے اس کا کوئی حرج نہیں۔ بلکہ وُہ اُسے جھوٹ سمجھتے ہی نہیں۔ ہم کئی دفعہ بچوں سے وعدے کر لیتے ہیں۔ جنہیں پورا کرنے کا کوئی ارادہ

نہیں ہوتا۔ اور سوچ لیتے ہیں کہ کچھ دیر بعد بچّہ خود ہی بھول جائے گا۔ یہ بھی جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے اور نبی کریمؐ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

ایک صحابی عبداللہ بن عامرؓ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک روز حضورؐ انکے گھر تشریف لے گئے۔ عبداللہ باہر گلی میں کھیل رہے تھے۔ ماں کو ضرورت محسوس ہوئی تو آواز دے کر بلایا۔ عبداللہ کھیل میں اس قدر مگن تھے کہ بلاوے پر توجّہ نہ دی۔ اس پر ماں نے کہا اندر آؤ میں تمہیں ایک چیز دیتی ہوں۔

حضورؐ نے سُنا تو خاتون سے پوچھا کہ وہ بیٹے کو کیا چیز دے گی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! ایک کھجور دے دوں گی۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن اگر تمہارا ارادہ کچھ نہ دینے کا ہوتا، تو تمہارا یوں لالچ دے کر بلانا جھوٹ شمار ہوتا۔[1]

اس تربیّت کا مقصد یہ تھا کہ بچے پر غلط اثر نہ پڑے۔ وہ چکمہ بازی نہ سیکھیں۔ اور سچائی اور راستی کی راہ پر چلیں۔

(۷)

چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی گناہ ہے

قرآن حکیم اور احادیث میں جھوٹ سے بچنے کے بارے میں زیادہ تاکید ہوئی، تو صحابہ کو تشویش ہوئی کہ کہیں وہ انجانے ہی میں نہ مارے جائیں اور ان کی چھوٹی

۱۔ ابوداؤد۔ کتاب الادب

چھوٹی باتیں جھوٹ لکھی جائیں۔ چنانچہ شک و شبہ دور کرنے کے لیے وہ اکثر حضورؐ
سے پوچھ لیا کرتے تھے۔

ایک روز ایک صحابی خاتون حضرت اسماءؓ بنت یزید حضورؐ کی خدمت
میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ بعض دفعہ ہمیں کسی چیز کی خواہش یا ضرورت ہوتی ہے۔
مگر پوچھنے پر انکار کر دیتے ہیں، تو کیا یہ بھی جھوٹ میں شمار ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا
ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی جھوٹ لکھا جاتا ہے![1]

عزیز دوستو! عام دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر ہم کسی کے گھر جائیں اور وہ ہمیں
چائے یا کھانے کے لئے کہیں تو اکثر اوقات ہم یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ بھوک
نہیں۔ حالانکہ اس چیز کے لئے دل چاہ رہا ہوتا ہے۔ لہذا یہ تکلف بھی جھوٹ
شمار ہوگا۔

بعض لوگ محض دوسروں کو ہنسانے یا خوش کرنے کے لئے جھوٹ گھڑ لیتے ہیں،
عام زبان میں اسے گپ بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی گناہ ہے اور حضورؐ نے ایسے شخص پر
افسوس کا اظہار کیا ہے![2]

۱۔ ابوداؤد۔ کتاب الادب ۲۔ ابوداؤد۔ کتاب الادب

پانچواں باب

جرأت وشجاعت

ہمارے مذہب میں شجاعت اور بہادری کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں قدیر، قادر، مقتدر، قوی، جبار، قاہر اور غالب شامل ہیں۔ ان ناموں کے معانی پر غور کریں تو ان میں قوت، غلبہ، رعب اور دبدبہ کا تاثر ملتا ہے۔ قرآن حکیم میں کئی جگہوں پر شجاعت اور ثابت قدمی کی تلقین کی گئی ہے

ارشاد ہوتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (انفال-۲)

ترجمہ:- اے ایمان والو! جب تمہارا مقابلہ کافروں سے ہو تو انہیں پشت مت دکھاؤ۔

مسلمانوں کی تعریف میں فرمایا:-

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (فتح-۴)

ترجمہ:- وہ کافروں پر بھاری ہوتے ہیں۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا (انفال-۶)

ترجمہ:- اے ایمان والو! جب تم کسی دستہ کے مقابلہ میں آؤ تو ثابت قدم رہو۔

مذہبِ اسلام میں بزدلی اخلاقی عیب سمجھی جاتی ہے ۔حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی دعاؤں میں جن چیزوں سے پناہ مانگی ہے ، اُن میں بزدلی بھی شامل ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جرأت وشجاعت میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مشکلات سے گھبراتے، نہ خطرات سے خوفزدہ ہوتے۔ زندگی میں کئی ایسے کٹھن مراحل آئے کہ کوئی دوسرا ہوتا تو پریشان ہو جاتا۔ لیکن آپؐ نے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ میدانِ جنگ میں حضورؐ اپنی جگہ پر قائم رہتے تھے۔ لڑائی تیز ہوتی تو صحابہ آپؐ ہی کی پناہ ڈھونڈا کرتے تھے۔ صحابہ میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر وہی شخص ہوتا تھا، جو آپؐ کے ساتھ جم کر کھڑا رہ سکتا تھا۔[۱] یہاں اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ حضورؐ نے ہمیشہ دفاع اور حفاظت کے لئے تلوار اٹھائی خود کبھی پیش قدمی نہیں کی۔ لیکن جب موقعہ آن پڑا تو پھر پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیا۔ آپؐ نے فرمایا:۔

ترجمہ :۔ اے لوگو! دشمن سے ملنے کی تمنا مت کرو اور اللہ سے امن وعافیت چاہو۔ مگر جب مقابلہ ہو جائے تو صبر کرو اور یقین جانو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔[۲]

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۲ تھی لیکن انہوں نے حضورؐ نبی کریمؐ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد ۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد

کی پُرجوش قیادت میں ایک ہزار کافروں کو مار بھگایا۔ غزوہ احد میں حضورؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے لیکن آپؐ میدان میں ڈٹے رہے غزوہ حنین میں تو ایک موقع پر دشمن کا دباؤ اس قدر بڑھا کہ حضورؐ کے آس پاس کے لوگ منتشر ہو گئے۔ لیکن آپؐ اپنی جگہ پر قائم رہے اور آپؐ کی جرأت مندی دیکھ کر باقی ساتھی بھی پلٹ آئے۔ سپہ سالار کی حیثیت سے حضور فوج کے قلب میں موجود ہوتے تھے۔ آپؐ نے زندگی میں پندرہ، سولہ غزوات میں حصہ لیا لیکن آپؐ کے ہاتھوں صرف دو آدمی مارے گئے۔ جن میں ایک کا نام ابی ابن خلف تھا۔

ذیل میں حضور نبی اکرمؐ کی شجاعت اور بہادری کے چند واقعات درج کئے جا رہے ہیں۔

(۱)

ابی ابنِ خلف کا قتل

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ حضورؐ کے ہاتھوں صرف دو آدمی قتل ہوئے۔ جن میں ایک کا نام ابی ابن خلف تھا۔ ابن خلف مکّہ کا ایک جنگجو سردار تھا۔ بدر کی لڑائی میں گرفتار ہو گیا۔ رواج کے مطابق فدیہ دیکر رہا ہوا تو حضورؐ کو مخاطب کر کے نہایت تکبّر سے کہنے لگا۔

میرے پاس ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا ہے جسے میں نے دانہ پر پالا ہے ساس

پر بیٹھ کر تمہیں قتل کر دوں گا"

حضورؐ نے جواب دیا۔"نہیں انشاء اللہ تو میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔

وقت گذرتا گیا۔ اگلے ہی سال کفارِ مکہ پھر سے مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ احد کے مقام پر مقابلہ ہوا۔ ابنِ خلف بھی شامل تھا۔ اور اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے بے چین۔ حضورؐ پر نظر پڑی تو گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ چند جاں نثار راہ میں حائل ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا" اسے آنے دو یہ میرے ہاتھ سے قتل ہو گا۔ پاس ہی ایک صحابی حارثؓ بن الصمہ کھڑے تھے۔ آپؐ نے اُن کے ہاتھ سے نیزہ لیا اور تاک کر ایسے مارا کہ ابی کی پسلیوں میں پیوست ہو گیا۔ وُہ تو درد سے دیوانہ ہو گیا۔ چیختا چلاتا الٹے قدموں بھاگا۔ لوگوں نے زخم دیکھا تو کہا کہ تم تو فضول واویلا کر رہے ہو، زخم تو کچھ بھی نہیں ہے۔

مگر ابی کو چین کہاں، وُہ تو درد سے بے کل ہوا جا رہا تھا۔ کہنے لگا جس قدر تکلیف مجھے ہے وُہ اگر سب لوگوں کو بانٹ دی جائے تو سبھی ہلاک ہو جائیں۔ محمدؐ سچ کہتے تھے کہ تو میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ انہوں نے نیزہ تو ناحق استعمال کیا۔ خُدا کی قسم وُہ تو مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔" فوج کے لوگ اُسے تسلی دے کر واپس لے آئے لیکن ابھی مکہ سے چھ میل اِدھر ہی تھا کہ سَرف کے مقام پر مَر گیا![1]

---

[1] الشفاء

(۲)

مشرکین کو مُنہ توڑ جواب

اعلانِ نبوت کے بعد حضورؐ نے اہلِ مکّہ کو توحید کی دعوت دی تو مخالفت کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا، حضورؐ اور اُن کے ساتھیوں کو طرح طرح کی ذہنی اور جسمانی اذیتیں پہنچائی جانے لگیں۔ مخالفین آپؐ پر آوازے کستے، مذاق اڑاتے، حتّٰی کہ گالیاں تک دیتے۔ ان لوگوں میں ایک شخص عبداللہ بن امیہ مخزومی پیش پیش تھا۔

ایک دن یوں ہوا کہ حضورؐ حرم پاک کی طرف جا رہے تھے کہ یہ شخص راستہ روک کر کھڑا ہوگیا اور الٹی سیدھی باتیں کرنے لگا۔ بولا "محمدؐ! تم کہتے ہو کہ تمہارا خُدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، تو مارے مارے کیوں پھرتے ہو، اُسے کیوں نہیں کہتے کہ تمہارے لئے ایک خزانے کا بندوبست کر دے تاکہ عیش سے زندگی بسر کرسکو۔"

حضورؐ بھلا اس فضول بات کا کیا جواب دیتے، خاموش رہے۔ اس پر عبداللہ بن امیہ پھر بولا:۔

"لوگوں کو یوں آپؐ کی زبانی یقین نہیں آئے گا اور اپنے مُنہ میاں مٹھو بننے سے فائدہ بھی کیا۔ اپنے اللہ سے کہو کہ تمہارے ساتھ ایک فرشتے کی ڈیوٹی لگا دیں، جو جگہ جگہ آپ کی رسالت کی تصدیق کرتا ہے۔"

ظاہر ہے اس بیہودگی کا بھی کیا جواب ہو سکتا تھا۔

رسولِ خداؐ خاموش رہے۔ یہ تو جاہلوں والی باتیں تھیں اور جہالت کا جواب خاموشی ہی ہوتا ہے۔ آپؐ حرم میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں بھی دشمنوں کی ایک جماعت جمع ہے اور سب آپؐ ہی کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے آپؐ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور کعبہ کا طواف شروع کر دیا۔ جونہی آپ مشرکین کی ٹولی کے پاس سے گذرے، تو انہوں نے آپ پر طنزیہ جُملے کسے۔ آپؐ پرواہ کئے بغیر وہاں سے گذر گئے۔ دوسری دفعہ وہاں سے گذرے تو پھر انہوں نے وہی حرکت کی۔ آپؐ اس بار بھی خاموشی سے طواف کرتے رہے۔ تیسری مرتبہ انہوں نے گستاخی کی تو آپ کفار کی اس جماعت کے سامنے رُک گئے اور فرمایا :۔

"اے معشرِ قریش! اچھی طرح سُن لو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں تم جیسے لوگوں کے لئے قتل اور ذبح لے کر آیا ہوں۔"

یہ سننا تھا کہ مشرکین کے تو ہوش و حواس اُڑ گئے۔ رسولِ خداؐ کی یہ دلیرانہ گفتگو اچنبے کی بات تھی۔ ان کا تو خیال تھا کہ محمدؐ ہماری ہرزہ سرائی سے تنگ آکر حرم سے چلے جائیں گے۔ لیکن اس مُنہ توڑ جواب نے انہیں پریشان کر دیا۔ قتل و ذبح والی بات سُن کر تو گویا ان کے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی اور وُہ سکتے میں آ گئے۔ رسولِ خداؐ نے انہیں اسی حال میں چھوڑ کر طواف مکمل کیا اور واپس تشریف لے گئے۔

(۴)

ابوجہل کی سُبکی

نبوت کے اعلان کے بعد کچھ عرصہ تک تو نبی کریمؐ گھر پر نماز ادا کرتے رہے پھر اللہ کے حکم سے حرم کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔ پتھروں کی پرستش کرنے والے کفار مکہ کے لئے عبادت کا یہ انداز بالکل نیا اور انوکھا تھا۔ وہ تو بتوں کو پوجتے تھے، ایک ان دیکھے خُدا کی عبادت کا تصور اُن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ چنانچہ وہ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے۔ لیکن حضورؐ کو کچھ کہنے کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔

ہوتے ہوتے بات ابوجہل تک پہنچی، جو بے حد دولت مند ہونے کے علاوہ قریش کا سردار بھی تھا اور اس پر طرّہ یہ کہ اپنے تکبر اور جہالت کے سبب کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ حرم کعبہ میں نماز کا سُن کر آگ بگولا ہو گیا ساتھیوں سے کہنے لگا کہ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ، کہ محمدؐ کس طرح اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں۔ نماز کا وقت ہؤا۔ سرکارِ دوعالمؐ بڑی شانِ بے نیازی سے تشریف لائے اور نماز کی نیّت باندھ لی۔ ابوجہل فاصلے پر کھڑا حضورؐ کے نماز پڑھنے کے انداز کو غور اور دلچسپی سے دیکھتا رہا۔

جونہی آپؐ سلام پھیر کر فارغ ہوئے۔ بڑے تکبر سے اکڑ اکڑ کر چلتا ہؤا آپؐ کے پاس پہنچا اور اس قسم کی عبادت سے حضورؐ کو سخت لہجے میں منع کرنے لگا۔ لیکن سرکارِ دوجہاںؐ نے اس سے خوفزدہ یا متاثر ہوئے

بغیر اُسے زبردست ڈانٹ پلائی ۔ ابوجہل کو اس قسم کے جواب کی توقع نہ تھی؛ وُہ تو سمجھا تھا کہ حضورؐ اس کی ظاہری شان وشوکت سے مرعوب ہو جائینگے۔ لیکن ادھر تو معاملہ ہی دوسرا تھا۔ اس کا سامنا ایسے شخص سے ہوُا تھا جو اللہ کے سوا کسی سے خوفزدہ ہونا جانتا ہی نہ تھا۔ ابوجہل کے تو گویا تن بدن میں آگ لگ گئی۔ کہنے لگا " محمدؐ تم مجھے ڈانٹتے ہو۔ کیا تم جانتے نہیں کہ میں مکّہ کا سب سے امیر اور بااثر سردار ہوں ۔ لات ومنات[1] کی قسم میں اس ذلت کا بدلہ ضرور لوں گا اور تمہارے مقابلے میں نوجوان سواروں سے جنگل بھر دوں گا ۔

وُہ اول فول بکتا رہا ۔ لیکن رسالتمآبؐ کو اس کی ان دھمکیوں کی پرواہ کب تھی ۔ آپ اطمینان سے عبادت میں مصروف رہے ۔ اس واقعہ سے ابوجہل کی بہت سُبکی ہوئی ، خفت مٹانے کے لئے کہنے لگا ۔ خیر آج چھوڑے دیتا ہوں ۔ آئندہ کبھی حرم میں نماز ادا کرنے کی جرأت کی تو بُرا پیش آؤں گا ۔ لیکن حضورؐ ان دھمکیوں کی پرواہ کئے بغیر حرم میں نماز کے لئے تشریف لے جاتے رہے ۔

چند ہی روز گذرے ہوں گے کہ ابوجہل نے پھر آپؐ کو حرم میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا ۔ آپؐ سجدے کی حالت میں تھے کہ وہ تیزی سے آپؐ کی طرف لپکا کہ گردن مبارک پہ پاؤں رکھ دے ۔ اس ارادے سے

---

[1] مشہور بتوں کے نام ۔

وُہ آگے بڑھا ہی تھا کہ سخت خوفزدہ ہو کر الٹے پاؤں بھاگا اور تھر تھر کانپنے لگا۔ حرم کے صحن میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ ابو جہل سے خوف کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میں نے جونہی محمدؐ پر حملہ کرنے کا سوچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تند و تیز آگ مجھے اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ یہی نہیں بلکہ بڑے بڑے پروں والے ایک نہایت خونخوار پرندے کو بھی دیکھا جو مجھ پر جھپٹنے ہی والا تھا۔ لوگوں نے اس بات پر ابوجہل کا خوب مذاق اڑایا۔

عزیز دوستو! یہ آگ اصل میں دوزخ کی آگ تھی اور بڑے بڑے پروں والا خوفناک پرندہ، فرشتہ تھا جو اللہ کے حکم سے حضورؐ کی حفاظت کے لئے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کی حفاظت خود فرماتے ہیں۔ اور یوں دشمنوں کے دل میں ان کا خوف و دبدبہ بٹھا دیتے ہیں۔

(۴)

پہلوان سے کُشتی

مکّہ میں ایک شخص رہتا تھا۔ کلدہ بن اسید بن خلف اس کا نام تھا۔ بہت طاقتور اور مانا ہوُا پہلوان تھا۔ دبدبے کا یہ عالم تھا کہ آس پاس کے علاقوں میں کوئی بھی اس سے کشتی لڑنے کی جراُت نہیں کرتا تھا۔ وہ اکثر اپنی جسمانی

طاقت کا مظاہرہ کرتا۔ وہ یوں کہ اونٹ یا گائے کی کھال پر جم کر کھڑا ہو جاتا اور دس طاقتور نوجوانوں کو اُسے اپنے پاؤں کے نیچے سے کھینچنے کے لئے کہتا۔ وہ بے چارے زور لگا لگا کر نڈھال ہو جاتے لیکن کلدہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلتا تھا۔

اوروں کی طرح یہ شخص بھی مشرک تھا۔ پیغمبرِ اسلام اور ان کی تعلیمات کا مذاق اڑاتا اور کہتا کہ اگر محمدؐ اُسے کشتی میں پچھاڑ دیں تو وہ مسلمان ہو جائیگا۔ حضورؐ ٹالتے رہے لیکن جب اصرار زیادہ بڑھ گیا تو آپ مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ جس کسی نے سُنا حیران ہوا کہاں کلدہ جیسا شہ زور پہلوان اور کہاں درمیانے جسم والے حضورؐ۔ بظاہر دونوں کا کوئی مقابلہ نہ تھا۔

مقررہ وقت پر بے شمار لوگ تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ زیادہ تعداد کفار کی تھی جو اپنے پہلوان کے ہاتھوں پیغمبرِ اسلامؐ کی شکست کا منظر دیکھنے کی خواہش دل میں لے کر آئے تھے۔ حضورؐ باقاعدہ پہلوان تو نہ تھے لیکن اُس زمانہ کے رواج کے مطابق اِس فن سے واقف ضرور تھے۔ مقابلہ شروع ہؤا ہی تھا کہ آپؐ نے کلدہ کو زمین پر پٹخ دیا۔ وہ چلّایا کہ ابھی تو میں تیار بھی نہیں ہو پایا تھا۔ آپؐ نے غفلت سے فائدہ اٹھایا ہے۔ چنانچہ دوبارہ مقابلہ ہؤا۔ اس بار بھی حضورؐ جیت گئے۔ کلدہ نے پھر واویلا کیا۔ غرض کئی بار حضورؐ نے اُسے پچھاڑا۔ لیکن وہ بھی پرلے

درجے کا ہٹ دھرم تھا۔ وعدہ کے مطابق مسلمان ہونا تو دُور کی بات تھی۔ کہنے لگا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے جادو کے ذریعے سے اُسے شکست دی ہے، ورنہ طاقت میں اُن کا اس سے کیا مقابلہ۔

⑤

ہجرت کی رات

ہجرت کی رات آپؐ مکہ سے نکلے تو بچپن کے دوست حضرت ابوبکر صدیق ہمراہ تھے۔ کچھ سفر کے بعد ستانے کی غرض سے غارِ ثور میں قیام فرمایا۔ کفارِ مکہ بھی پیچھا کرتے کرتے غار کے سرے تک آ پہنچے، حضرت ابوبکر صدیق یہ منظر دیکھ کر گھبرا گئے۔ مگر حضور سرورِ کائناتؐ پورے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر سے پریشانی کا سبب پوچھا انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! دشمن ہمارے اس قدر قریب پہنچ گئے ہیں کہ اگر یہ ظالم اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈالیں تو ہمیں دیکھ لیں گے" آپؐ نے نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ فرمایا۔ ابوبکر گھبراؤ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے! دراصل کفار نے آپؐ کی گرفتاری کے لئے بھاری انعام مقرر کر رکھا تھا۔ لالچ میں آ کر ایک سے ایک بہادر آپؐ کی تلاش میں دوڑا پھر رہا تھا۔ لیکن ادھر آپؐ اطمینان کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے سفر کرتے چلے

جا رہے تھے۔[1]

(۶)

خطرہ کی کوئی بات نہیں

اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک رات اہلِ مدینہ گہری نیند کا مزہ لے رہے تھے۔ رات بھیگ چلی تھی۔ ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ اچانک ایک طرف سے شور بلند ہُوا۔ لوگ ہڑبڑا کر بیدار ہوئے۔ کچھ نیند کے اثرات اور کچھ رات کا وقت، کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ آخر کیا ماجرا ہے۔

ہر کوئی اپنی سمجھ کے مطابق بات کر رہا تھا کوئی کہہ رہا تھا کہ کفار مکہ نے حملہ کر دیا ہے۔ کسی کا خیال تھا کہ یہ یہودیوں کی شرارت ہے۔ اور بعض اسے چوروں اور ڈاکوؤں کی کارستانی سمجھ رہے تھے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

آخر چند سمجھدار صحابہ نے شہر سے باہر نکل کر صورتِ حال کا جائزہ لینے کا مشورہ دیا۔ ابھی کچھ نوجوان شہر سے نکلے ہی تھے کہ انہوں نے دُور سے کسی کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا۔ اندھیرے کی وجہ سے پہچان نہ سکے۔ جونہی سوار قریب آیا تو سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ رسولِ خُدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

---

[1] ۔ صحیح بخاری کتاب الہجرۃ

پتہ چلا کہ شور کی آواز سُن کر رسالتمآبؐ اکیلے ہی صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لئے نکل گئے تھے۔ اور دُور تک چکر لگا کر آئے ہیں۔ آپؐ نے سب لوگوں کو تسلی دی کہ خطرے کی کوئی بات نہیں اور واپس جا کر آرام کریں!

(۷)

تمہیں بھی میرا اللہ بچائے گا

۵ھ کا واقعہ ہے۔ کہ حضورؐ وادئ نجد کے کچھ باغی قبائل سے نمٹنے کے لئے تشریف لے گئے۔ سات سو صحابہ ہمراہ تھے۔ اسلامی فوج نے وادی میں جا کر ڈیرے ڈال دیئے۔ دشمن سخت خوفزدہ ہو گئے۔ سامنے آ کر مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ سوچا کہ کسی طرح سے نبئ پاکؐ کو ختم کر دیں۔ اس مقصد کے لئے ایک شخص غورث بن حارث کو مقرر کیا گیا۔ کہ جہاں بھی موقع ملے حضورؐ کو قتل کر دے چنانچہ یہ مکار شخص موقع کی تلاش میں رہنے لگا۔ اتفاق سے ایک دن حضورؐ باقی ساتھیوں سے الگ ایک درخت کے نیچے آرام کر رہے تھے۔ غورث نے آپؐ کو سوتے ہوئے دیکھا تو دل میں خوش ہؤا کہ وار کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ دبے پاؤں درخت کی طرف بڑھا۔ چپکے سے تلوار اُٹھائی اور حملہ کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ نبئ اکرمؐ کی آنکھ کھل گئی۔ ایک دشمن کو یوں تلوار سونتے کھڑا دیکھ کر آپ بالکل نہیں گھبرائے۔ اطمینان سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ کافر

۱۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد

نے آپؐ کو بیدار دیکھا تو چلایا۔

"محمدؐ! بتاؤ آج تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے"۔ آپؐ نے نہایت اطمینان اور سکون سے جواب دیا۔

"میرا اللہ"

یہ سُننا تھا کہ کافر پر عجیب طرح کا خوف طاری ہو گیا اور وہ ڈر کے مارے تھر تھر کانپنے لگا۔ تلوار ہاتھ سے نیچے گر گئی۔ آپؐ نے لپک کر تلوار اٹھالی اور اس سے پوچھا۔

"آپ بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے"

کافر کی تو پہلے ہی سٹی گم تھی۔ اب تلوار جو حضورؐ کے ہاتھ میں دیکھی تو گھگھی بندھ گئی۔ نہایت بے بسی کے عالم میں کہنے لگا:۔ اب مجھے یقیناً کوئی نہیں بچا سکتا، سرکارِ دوجہاںؐ نے یہ سُنا تو نرمی سے فرمایا "نہیں، تمہیں بھی میرا اللہ بچا سکتا ہے"۔ یہ کہا اور تلوار کافر کے سپرد کر دی، اس واقعہ کا اس پر اس قدر اثر ہوا کہ اُسی وقت حضورؐ کے قدموں میں گر گیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔[1]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد

چھٹا باب

عدل و انصاف

کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ ان میں ذرہ بھر کا بھی فرق نہ رہے تو اس کو عربی میں عدل کہتے ہیں، مطلب یہ کہ حق کا ترازو بالکل برابر رہے اور کسی طرف جھکنے نہ پائے۔ یہی عدل ہے اور یہی انصاف۔

عدل خدائی صفت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک عادل بھی ہے۔ قرآنِ حکیم میں آتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَقْضِیْ بِالْحَقِّ (مومن - ۲)

ترجمہ: اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔

ایک اور آیت میں آتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ (احزاب - ۱)

ترجمہ: اور اللہ حق بات کہتا ہے۔

دنیا کا سارا نظام عدل و انصاف پر قائم ہے قرآنِ حکیم کی تعلیمات کو ہم حضور سرورِ کونین کی ذاتِ اقدس میں مجسم دیکھتے ہیں۔

حدیثِ پاک ہے:۔

ترجمہ: قیامت کے دن جب خدا کے سایہ کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا سات اشخاص کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں لے لے گا۔ اور ان میں ایک شخص

انصاف کرنے والا حاکم (امام) ہوگا۔۱

حضورؐ خود بھی نہایت منصف مزاج تھے۔ دنیا کی کوئی طاقت آپؐ کے فیصلوں پر اثر انداز نہ ہو سکتی تھی۔ آپؐ کی یہ انصاف پسندی بلا تمیز مذہب و ملت پوری نوعِ انسانی کے لئے تھی۔ ذیل میں اس سلسلہ کے کچھ واقعات دیئے جا رہے ہیں۔

(۱)

فاطمہ مخزومی کی چوری

بنی مخزوم عرب کا ایک بارسوخ قبیلہ تھا۔ گردو پیش کے قبائل نہ صرف اس سے دبتے بلکہ اس کا لحاظ بھی کرتے تھے۔ اسی قبیلہ کے بااثر لوگوں میں ایک کا نام قیس تھا۔ قیس کی ایک بیٹی تھی فاطمہ، سخت منہ چڑھی اور بے باک قسم کی خاتون تھی۔ چھوٹی موٹی بات کی پرواہ ہی نہیں کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ چوری کی اور رنگے ہاتھوں پکڑی گئیں۔ مقدمہ رسولِ خداؐ کی خدمت میں پیش ہوا۔ موقعہ کے گواہ موجود تھے، چوری کا مال بھی برآمد ہو گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ملزمہ نے اقرارِ جرم بھی کر لیا۔ چنانچہ حضورؐ نے اسلامی قانون کے مطابق اس کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الحدود

حضورؐ کا یہ فیصلہ بعض صحابہ کو گراں گذرا۔ ملزمہ فاطمہ ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ چنانچہ اُسے بچانے کی ترکیبیں سوچی جانے لگیں۔ اب مشکل یہ آن پڑی کہ سفارش کس سے کرائی جائے۔ ان لوگوں میں سے تو کسی کی مجال نہ تھی کہ اس سلسلہ میں رسولِ خداؐ سے کچھ کہتا۔ بہت سوچ بچار کے بعد نظر حضرت اسامہ بن زیدؓ پر پڑی۔ سب کا خیال تھا کہ چونکہ حضورؐ انہیں بہت عزیز رکھتے ہیں لہٰذا ان کی بات نہیں ٹالیں گے۔

چنانچہ حضرت اسامہ بن زیدؓ ان لوگوں کے کہنے پر فاطمہ بنتِ قیس کی سفارش لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دلائل وہی تھے کہ ملزمہ عورت ذات ہے۔ ایک با اثر قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس سخت سزا کا سن کر اس کے قبیلہ والے کہیں اسلام ہی سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔

رسولِ خداؐ نے اسامہ بن زیدؓ کی گذارشات سنیں تو چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ فرمایا:۔

"تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ جب کوئی معمولی آدمی جرم کرتا تو اُسے سزا دے دی جاتی تھی۔ مگر جب وہی جرم بڑے رتبہ کے لوگ کرتے تو اُنہیں معاف کر دیا جاتا تھا۔" پھر فرمایا:۔ "خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت قیس کی جگہ فاطمہؓ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی جرم کرتی تو میں یقیناً اُسے بھی یہی سزا دیتا۔"

(٢)

آؤ مجھ سے بدلہ لے لو

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ اسلامی لشکر ایک مہم سے فتح مند لوٹا۔ بہت سا مالِ غنیمت ہمراہ تھا۔ مجاہدین نے رسولِ خدا سے درخواست کی کہ آپؐ یہ سامان ان میں اپنے ہاتھ سے تقسیم فرمادیں۔ حضورؐ نے ان کی یہ درخواست قبول کرلی۔ اگلے روز سارا سامان مسجدِ نبوی کے صحن میں جمع کر دیا گیا۔ تقسیم شروع ہوئی۔ حضورؐ بنفسِ نفیس تقسیم کی نگرانی کر رہے تھے۔ آپؐ نے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھوٹی سی چھڑی تھام رکھی تھی اور اس کے اشارے سے لوگوں کو باری باری آنے کا کہہ رہے تھے۔

سارا کام بڑے پُرسکون طریقے سے ہو رہا تھا، کہ ایک شخص کہیں سے بھاگتا ہوا آیا اور مارے لالچ کے، سامان تقسیم کرنے والوں پر جھپٹ پڑا۔ حضورؐ کو اس کی یہ حرکت بہت بُری لگی۔ چنانچہ آپؐ نے اُسے چھڑی سے پیچھے دھکیل دیا۔ چھڑی کی نوک ذرا نکلی ہوئی تھی۔ جس سے نووارد کے چہرے پر زخم آگیا۔

حضورؐ نے دیکھا تو پشیمان ہوئے اور اُسی وقت فرمایا کہ "یہ لو چھڑی اور مجھ سے بدلہ لے لو"

سارے صحابہؓ دم بخود تھے۔ کہ کہیں وُہ شخص کوئی غلط حرکت نہ کر بیٹھے۔ لیکن اس دوران اُسے بھی اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ اس نے عرض کیا: "یا رسول اللہؐ غلطی میری تھی۔ میں نے باری کا انتظار کرنے کی بجائے بے صبری کا مظاہرہ کیا۔ مجھے آپؐ کی سرزنش کا کوئی ملال نہیں اور میں آپؐ کو معاف کرتا ہوں۔"

سبحان اللہ! یہ سرکارِ دوجہاںؐ کا کردار ہے۔ آپؐ مسلمانوں کے روحانی سربراہ ہی نہیں بلکہ دنیوی حاکم بھی تھے لیکن اپنی معمولی سی زیادتی پر تڑپ اٹھے اور اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کر دیا۔ کیا دنیا کا کوئی حکمران ایسی مثال پیش کر سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔

(۳)

یہ چوری نہیں

عباد بن شرجیلؓ مدینہ کے رہنے والے تھے۔ غریب آدمی تھے۔ محنت مزدوری کرتے، لیکن گذارہ نہیں ہوتا تھا۔ غربت کا یہ عالم تھا کہ پیٹ بھر کر روٹی بھی نصیب نہ ہوتی تھی۔ ایک دن گھر میں کچھ نہ تھا۔ پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ کسی کے سامنے سوال کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ چنانچہ سخت بھوک کی حالت میں شہر سے باہر نکل گئے چلتے چلتے

انگوروں کے ایک باغ میں جا پہنچے۔ پکے ہوئے خوشے لٹکتے دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ بھوک اور چمک اٹھی۔ بہت ضبط کیا لیکن رہا نہ گیا۔ بالآخر باغ میں داخل ہو گئے۔ انگور توڑ کر پیٹ بھرا اور کچھ کپڑے میں رکھ لئے۔

اتفاق کی بات کہ باغ کا مالک دُور بیٹھا سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ بھاگا آیا اور عباد کو پکڑ لیا، خوب جی بھر کے پٹائی کی اور کپڑا اور انگور چھین لئے۔ اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو باندھ کر حضورؐ کے پاس لے آیا اور چوری کی شکایت کی۔

حضورؐ نے سارا واقعہ سُنا تو عباد کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ مالک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس نے تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے باغ سے پھل ضرور کھائے ہیں لیکن یہ چور نہیں ہے اور اسے سزا نہیں دی جا سکتی۔ یہی نہیں بلکہ مالک کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا "یہ بے سمجھ تھا تو نے اسے سمجھایا نہیں، یہ بھوکا تھا تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔"

پھر حضورؐ نے نہ صرف عباد کا کپڑا واپس دلوایا بلکہ باغ کے مالک کو حکم دیا کہ انہیں کچھ غلّہ بھی دے!

۱۔ ماخذ سنن ابن ماجہ، جلد دوم

(۴)

یہودی حق پر ہے

مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی آپؐ کی انصاف پسندی کے زبردست قائل تھے۔ آپس میں کوئی جھگڑا ہوتا، تو حضورؐ کی خدمت میں پیش کرتے ۔ ایک دفعہ ایک یہودی اور ایک نام کے مسلمان بشر میں جھگڑا ہو گیا۔ یہودی کی خواہش تھی کہ فیصلہ رسولِ خداؐ سے کرایا جائے، جبکہ بشر یہودیوں کے سردار کعب کے پاس جانا چاہتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ یہودی رشوت لے کر غلط سلط فیصلے کر دیتے تھے اور بشر ہر قیمت پر فیصلہ اپنے حق میں کروانا چاہتا تھا۔ لیکن یہودی نہ مانا۔ غرض دونوں حضورؐ کی خدمتؐ میں پیش ہوئے۔ ساری کہانی کہہ سنائی۔ یہودی حق پر تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ باہر نکلے تو بشر بولا کہ فیصلہ درست نہیں ہوا۔ چلو حضرت عمرؓ کے پاس چلتے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ چونکہ جوشیلے مسلمان ہیں لہذا اس کی حمایت کریں گے۔ یہودی مان گیا۔ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے سارا ماجرا بیان کیا اور ساتھ ہی یہودی نے بتا دیا کہ رسولِ خداؐ اس کے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں، مگر یہ شخص راضی نہیں ہوا اور اب آپ کے پاس آیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بشر سے پوچھا تو اس نے بھی یہودی کے بیان کی تصدیق کی۔ اس پر حضرت عمرؓ بولے

ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں ۔ یہ کہہ کر اندر گئے ۔ اور تلوار لاکر منافق بشر کی گردن اُڑا دی ۔ اور کہا جو شخص خود کو مسلمان کہتا ہے اور حضورؐ کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتا ہیں اس کا فیصلہ یُوں کرتا ہوں ۔ منافقوں نے اپنے ساتھی کے قتل پر بہت واویلا کیا ۔ لیکن عمرؓ کے فیصلے کی تائید میں وحی آگئی اور اُسی دن سے آپ کا لقب فاروق مشہور ہو گیا ۔

(۵)

سب سے ایک سا سلوک

حضرت عباسؓ حضورؐ کے چچا تھے ۔ غزوۂ بدر تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اور جنگ میں کفارِ مکہ کی طرف سے شرکت کی ۔ کفار کو شکست ہوئی ۔ بہت سے مارے گئے اور کئی ایک قیدی ہوئے ۔ قیدی بننے والوں میں حضرت عباسؓ بھی شامل تھے ۔ سب کے ہمراہ انہیں بھی ہاتھ پاؤں باندھ کر مدینہ لایا گیا اور مسجد نبوی کے پاس ایک احاطے میں ڈال دیئے گئے ۔

حضرت عباسؓ ناز و نعمت میں پلے ہوئے قریشی سردار تھے ۔ قید و بند کی تکلیفوں سے ناآشنا ۔ اب جو تجربہ ہوا تو سخت بے چین ہوئے اور کراہنے لگے ۔ حضورؐ نے ان کو تکلیف میں دیکھا تو پریشان ہو گئے ۔ آخر قریبی رشتہ دار تھے ، خون کا تعلق تھا ۔ مگر اپنی پریشانی کو کسی پر ظاہر نہیں کیا ۔

لیکن صحابہ کرام کا بھی آخر رات دن کا ساتھ تھا۔ حضورؐ کو بے کل دیکھا تو معاملہ کی تہہ کو پہنچ گئے۔ چاہا کہ حضرت عباسؓ کی رسیاں ڈھیلی کر دیں تاکہ ان کی تکلیف میں کمی ہو۔ حضورؐ کو پتہ چلا تو منع فرمادیا اور کہا عباسؓ میرے عزیز سہی، لیکن صرف انہی کو رعایت دینا قرینِ انصاف نہیں سب کے ساتھ ایک سا سلوک کرو۔ یا تو سبھی کی رسیاں ڈھیلی کر دو یا سبھی کو ایسے ہی رہنے دو۔

سبحان اللہ! سرکارِ دوجہان کے بس میں کیا کچھ نہیں تھا لیکن اپنے اختیارات کے ناجائز استعمال کا تصور تک نہ کیا اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو نبھایا۔

⑥

جلد بازی کا نقصان

ایک شخص نے دوسرے کے پاؤں پر کسی جانور کا سینگ اس زور سے مارا کہ اس کا پاؤں زخمی ہو گیا۔ زخمی سخت طیش کی حالت میں سیدھا حضورؐ کے پاس گیا اور ملزم سے بدلہ لینے پر اصرار کرنے لگا۔ جناب رسالتمآب نے جلد بازی سے منع فرماتے ہوئے زخم ٹھیک ہونے تک انتظار کرنے کے لئے کہا۔ مگر وہ شخص تو انتقام کے لئے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے

اجازت دے دی کہ وہ بدلے میں ایسا ہی زخم ملزم کو لگا دے۔

اتفاق کی بات کہ چند دنوں بعد ملزم کا زخم تو ٹھیک ہو گیا اور وہ بھلا چنگا ہو گیا، لیکن مُدعی لنگڑا ہو گیا۔ چنانچہ دوبارہ فریاد لے کر دربارِ رسالت میں پیش ہوا کہ وہ تو اپاہج ہو گیا، جبکہ دشمن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

حضورؐ نے فرمایا بھئی جب تمہیں انتظار کرنے کو کہا گیا تھا تو اس میں مصلحت یہی تھی کہ انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے صرف زخم ہی نہیں بلکہ اس کے اثرات کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری تھا۔ مگر تم نے بے صبری کی اب اس کا کوئی ازالہ نہیں۔[1]

(۷)

غلطی تمہاری اپنی تھی

غزوہ تبوک کا ذکر ہے کہ اسلامی لشکر میدانِ جنگ میں خیمہ زن تھا، سپاہی اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک دو شخص ایک معمولی سی بات پر آپس میں الجھ گئے۔ ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی تو ایک نے دوسرے کے بازو میں اس شدت سے دانت گاڑ دیئے کہ وہ بلبلا اٹھا۔ چھڑانے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ آمادہ ہی نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ تنگ آکر اس نے بازو اس

۱۔ ماخذ نقوش۔ سیرت نمبر۔ جلد ۷ صفحہ ۱۹۲

ساتواں باب

ایفائے عہد

ایفائے عہد کا مطلب ہے وعدہ نبھانا یا وعدے کو پورا کرنا۔ یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے اور جس شخص میں یہ خوبی موجود ہو، معاشرہ اسے سرآنکھوں پر بٹھاتا ہے۔ لیکن اپنے اندر یہ خوبی پیدا کرنے کے لئے کبھی کبھی قربانی بھی دینا پڑتی ہے۔ بظاہر گھاٹے کا سودا ہوتا ہے۔ مگر اُسے قبول کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے مذہب میں ایفائے عہد کی بہت تاکید پائی جاتی ہے۔

قرآن حکیم میں آتا ہے:۔ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل ۴)

ترجمہ:۔ بیشک وعدہ کی بازپرس ہوگی۔

حدیث مبارک میں آتا ہے:[1]

ترجمہ:۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بولے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے ایفا نہ کرے اور جب امانت سونپی جائے تو خیانت کرے!

ایک اور حدیث مبارک ہے:

ترجمہ:۔ جس میں عہد نہیں اس میں دین نہیں۔

۱۔ صحیح بخاری

حضور سرورِ کونینؐ کی شخصیت ہمارے لئے ایک نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپؐ کی ذات بابرکات میں وہ تمام اعلیٰ صفات موجود تھیں جن کی وجہ سے آپؐ پوری انسانیت میں اعلیٰ و افضل قرار پائے۔ ان صفات میں ایفائے عہد بھی شامل ہے۔ آپؐ نے جس سے جو بھی وعدہ کیا، اُسے نبھایا۔ ذیل میں اس سلسلہ کے کچھ واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

(۱)

ابوجندل کا واقعہ

ہجرت کے بعد حضورؐ مدینہ تشریف لے آئے تھے۔ لیکن مکہ میں خانۂ خدا کی زیارت کے لئے بے تاب رہتے تھے۔ ابتدائی سال تو بے حد مصروفیت کے تھے۔ جب ذرا فراغت ہوئی اور مسلمانوں کی پوزیشن بھی کسی حد تک مضبوط ہو گئی تو ۶ھ میں آپؐ چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ زیارت بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے، مکہ کے نزدیک پہنچ کر ڈیرے ڈالے اور قریشی سرداروں کے پاس قاصد بھیجا تاکہ شہر میں داخلے کی اجازت لی جاسکے۔ فریقین میں مذاکرات کے بعد ایک معاہدہ طے پایا، جسے تاریخ میں صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس معاہدہ کی اکثر شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف جاتی تھیں، لیکن اس کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے۔ قرآن کریم میں اسے فتح مبین

کہا گیا ہے۔

دیگر شرائط کے علاوہ معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ:۔

"اگر مکہ کا کوئی باشندہ مدینہ جا کر پناہ طلب کرے تو رسولِ خدا اسے مکہ والوں کو لوٹا دیں گے۔ لیکن اگر کوئی مدینہ کا رہنے والا مکہ آگیا تو اسے واپس نہیں کیا جائیگا۔

معاہدہ میں اس دفعہ کو شامل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مکہ میں بہت سے مسلمان موجود تھے جو مدینہ جانا چاہتے تھے لیکن ان کے والدین، رشتہ دار اور سرپرستوں نے انہیں زبردستی روک رکھا تھا۔

ابھی معاہدہ پر دستخط ہوئے ہی تھے کہ مکہ میں رہنے والا ایک نوجوان ابو جندل ابن سہیل بچتا بچاتا رسولِ خدا کے کیمپ میں اس حالت میں پہنچا کہ پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، جسم زخموں سے چور اور فاقوں سے نیم جان تھا۔ آتے ہی حضورؐ کے قدموں میں گر گیا اور گڑگڑا کر پناہ طلب کی۔ ابو جندل کی حالت دیکھ کر آپؐ کا دل بھر آیا۔ دیگر صحابہؓ کو بھی طیش آیا کہ کفار نے ان کے ایک مسلمان بھائی کی کیا حالت بنا رکھی ہے۔ بعض نے سفارش بھی کر ڈالی کہ اس حالت میں ہمیں ابو جندل کو کفار کے پاس چھوڑ کر نہیں جانا چاہیئے۔ لیکن معاہدہ کی متعلقہ شرط جذبات پر غالب آگئی۔ ابو جندل کے والد کے مطالبہ پہ اس مظلوم مسلمان کو مکہ واپس بھیج دیا گیا۔ البتہ اس کے والد سے عہد لیا کہ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں وہ اپنے بیٹے پر تشدد نہیں کرے گا۔ حضورؐ نے

ابو جندل کو دعا دی اور فرمایا کہ اللہ اس کے لئے یقیناً بہتر صورت پیدا کرے گا۔
عزیز دوستو! دیکھا آپؐ نے۔ حضورؐ چاہتے تو ابو جندل کو ہمراہ بھی لے جاتے، لیکن انہوں نے معاہدہ کا احترام کرتے ہوئے ایسا نہیں کیا۔

(۲)

حضرت حذیفہ اور حسیل کا واقعہ

کفارِ مکہ کے مظالم کی انتہا ہو گئی تو مسلمانوں نے اللہ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ کفار کے خوف کی وجہ سے کھلم کھلا شہر چھوڑنا مشکل تھا۔ چنانچہ ایک ایک، دو دو کر کے چوری چھپے مدینہ کی طرف روانہ ہوتے تھے۔ کفار کو پتہ چلا کہ مسلمان یوں جا رہے ہیں تو نگرانی شروع کر دی۔ لیکن وہ پھر بھی بچ نکلتے اور مدینہ پہنچ جاتے۔

حضرت حذیفہ اور ان کے والد حضرت حسیل ابھی تک مکہ میں تھے، حضورؐ کے پاس مدینہ جانے کے لئے بے چین تھے۔ لیکن قریش کی آنکھوں میں خاک جھونکنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ ایک شب ہمت کر کے نکلے۔ ابھی تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ دشمنوں نے آ گھیرا۔ واپس لے جانے ہی والے تھے کہ حضرت حسیل کو ایک ترکیب سوجھی۔ بولے ہمیں پکڑ کر کیا کرو گے۔ جاؤ ہماری زمینیں اور جائدادیں سنبھال لو اور ہمیں رسول خداؐ کے پاس مدینے

جانے دو۔ کفار لالچ میں آ گئے۔ حضرت حسیل اور حذیفہ کو جانے کی اجازت دے دی مگر اس شرط پر کہ اگر کبھی کفارِ مکہ اور مسلمانوں کے درمیان جنگ ہوئی تو باپ بیٹا اس میں حصّہ نہیں لیں گے۔ دونوں نے وعدہ کیا اور جان خلاصی کرا کے مدینہ چلے آئے۔

ابھی آئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ بدر کا معرکہ پیش آ گیا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور بوڑھے بچے سبھی شریک جنگ ہو رہے تھے۔

حضرت حسیل اور ان کے بیٹے حذیفہ بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنگ میں شرکت کے لئے آمادگی کا اظہار کیا اور ساتھ ہی کفار کے ساتھ کئے گئے وعدے کا بھی سرسری سا ذکر کر دیا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم نے یہ عہد کیا ہے تو ہم اسے نبھائیں گے۔ گو اس وقت ہمیں آدمیوں کی سخت ضرورت ہے مگر ہم وعدہ خلافی نہیں کریں گے اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ سے مدد طلب کریں گے۔

دوستو! آپ نے دیکھا کہ سرورِ کائناتؐ نے دشمنوں سے کئے گئے وعدہ کو بھی کس قدر اہمیت دی اور انتہائی مشکل وقت میں بھی اس پہ کاربند رہے۔

(۳)

تین دن کا انتظار

نبوّت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک شخص عبداللہ نامی نے آپؐ سے کوئی چیز خریدی قیمت میں کچھ کمی رہ گئی تو عبداللہ نے کہا آپؐ یہیں ٹھہریں میں باقی پیسے لے کر ابھی آیا۔ جاکر وہ بھول گیا اور کسی اور کام میں مصروف ہو گیا۔ تین دن بعد خیال آیا کہ میں تو محمدؐ کو انتظار کرنے کا کہہ آیا تھا اور ابھی رقم بھی دینا ہے۔ چنانچہ اس جگہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ رسالتمآبؐ موجود ہیں اور اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اُسے دیکھ کر فرمایا۔ عبداللہ تو نے مجھے بہت تکلیف دی۔ میں تین دن سے تمہارا یہیں انتظار کر رہا ہوں، عبداللہ نے معذرت کی اور بقایا رقم ادا کر دی۔ یقیناً یہ ایفائے عہد کی انتہا ہے۔[۱]

۱۔ الشفا ص ۵۴

آٹھواں باب

حلم وعفو اور صبر و تحمّل

حلم وعفو اور صبر و تحمل کا مطلب ہے ۔مزاج کا دھیماپن ، برداشت کا مادہ ، اور قدرت کے باوجود انتقام نہ لینا ۔ یہ صفات جس بھی شخص میں ہوں گی ۔ معاشرہ میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے گا ۔لیکن اپنے اندر ان صفات کا پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں تیزی اور تندی تو آجکل ہر شخص کے مزاج کا خاصا بن گیا ہے ۔ برداشت نام کی چیز لوگوں میں کم ہی پائی جاتی ہے ۔مزاج کے خلاف ذراسی بات ہو جائے تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں

قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارا مذہب ایسی باتوں کے سخت خلاف ہے ۔ اسلام تو ہمارے اندر حلم و بردباری اور صبر و تحمل اور عفو و درگذر جیسی صفات پیدا کرنا چاہتا ہے ۔ دراصل یہ خدائی صفات ہیں ۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے ؛۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ (نساء ۔ ۱۲)

ترجمہ ؛۔ اور اللہ جاننے والا بردبار ہے ۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ؛۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (آل عمران ۱۱۹)

ترجمہ ؛۔ بیشک اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے ۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ (شوریٰ - ۳)

ترجمہ: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے۔

مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ (شوریٰ ۴)

ترجمہ:۔ اور جب غصہ آئے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔

قرآن حکیم کی ان آیات کے علاوہ مختلف احادیث میں بھی حلم و عفو اور صبر و تحمل کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

حدیث مبارک ہے:۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ عفو و درگزر کرنے والے کی عزت میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ ۱

ایک اور حدیث ہے:۔ ترجمہ: تمہاری دو خصلتوں کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتے ہیں۔ ایک حلم اور دوسرے دھیما پن (یعنی جلد بازی نہ کرنا) ۲

ایک اور موقع پر فرمایا:۔ ترجمہ: پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو کشتی میں پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ ۳

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلم و عفو اور صبر و تحمل میں بے مثال

۱۔ ترمذی۔ ۲۔ ترمذی ۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب

تھے۔ مخالفین کی بدزبانی اور بیہودہ الزامات پر بھی آپؐ کبھی آپے سے باہر نہیں ہوئے۔ آپؐ نے کبھی گالی کا جواب گالی سے نہ دیا۔ دشمنوں نے کئی بار توہین آمیز رویہ اختیار کیا لیکن آپؐ نے ہمیشہ برائی کے بدلے میں بھلائی کی۔ تہذیب و شرافت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ذاتی حق تلفی کا کبھی انتقام نہ لیا۔ اس باب میں آپؐ کے حلم و عفو اور صبر و تحمل کے سلسلے میں کچھ واقعات بیان کئے جا رہے ہیں۔

(۱)

یہودیوں کی شرارت

یہودی رسولِ خداؐ اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ مذہب اسلام سے انہیں چڑ تھی۔ اسلام اور حضورؐ کی توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ وہ مسلمانوں کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ (تم پر سلامتی ہو) کی بجائے اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ (تم پر ہلاکت ہو) کہا کرتے تھے۔ صحابہ نے حضورؐ سے شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ جھگڑا مت کرو۔ صرف جواب میں وَعَلَیْکُمْ (تم پر بھی) کہہ دیا کرو۔ ایک مرتبہ کچھ یہودی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حسبِ عادت حضورؐ سے بھی اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ یہ سن کر اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ کو بہت غصہ آیا۔ انہوں نے غصّے میں جواب دیا اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ وَلَعَنَکُمُ اللہ

وَغَضِبَ عَلَيْکُمْ یعنی "تم پر ہلاکت ہو اور اللہ کی لعنت اور غضب ہو"
یہ سن کر رسولِ خداؐ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ انہیں نرمی سے بات کرنا
چاہیئے تھی سخت زبانی سے بچنا چاہیئے تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی باتوں
کو پسند نہیں فرماتے۔ا

(۲)

یہودیوں کی بدعہدی

ہجرت کے وقت مدینہ میں یہودی بڑی تعداد میں آباد تھے۔ چنانچہ
انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ امن کے ساتھ رہیں گے
اور ضرورت کے وقت ان کی مدد بھی کریں گے۔ یہ یہودیوں کی چال
تھی اصل میں وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کمزور تھے اور انہیں نقصان
پہنچانے کے لئے موقع کی تلاش میں تھے۔ بدر میں وہ مسلمانوں کی
کامیابی سے بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے قریش مکّہ کے
ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا شروع کردیں۔ فیصلہ یہ ہوا
کہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دھوکہ سے قتل کردیا جائے۔ منصوبہ یہ بنا
کہ قتل کے ایک مقدمے میں حضورؐ کو منصف کے طور پر بلایا جائے اور موقعہ

ا۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب

پاکر کام تمام کر دیا جائے۔ حضورؐ تشریف لائے تو یہودیوں نے بڑی آؤ بھگت کی دوپہر کا وقت تھا۔ سایہ دار درخت عرب میں ویسے ہی کم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک دیوار کے سائے میں نشست کا انتظام کیا گیا۔ منصوبہ یہ تھا کہ ایک یہودی سردار عمرو دیوار پر سے ایک بھاری پتھر آپؐ پر گرا دے گا۔ اور اسے اتفاقی حادثہ قرار دے دیا جائے گا۔

اللہ کی شان دیکھیے کہ ابھی عمرو دیوار پر چڑھا ہی تھا۔ کہ رسول اللہؐ کو وحی کے ذریعے یہودیوں کے ارادہ کی اطلاع ہو گئی۔ آپؐ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ یہودیوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا ہے تو سخت خوفزدہ ہوئے۔ انہیں یقین تھا کہ حضورؐ اس سازش کو معاف نہیں کریں گے۔ مارے ڈر کے قلعہ میں بند ہو کر بیٹھ گئے اور حضورؐ سے درخواست کی کہ انہیں اپنے مال و اسباب کے ساتھ شہر سے باہر جانے کی اجازت دے دی جائے۔ گو انہیں شرف قبولیت کی ذرہ بھر امید نہیں تھی۔ لیکن حضور رسالتمآبؐ کی شان کریمی ملاحظہ ہو کہ جان کے دشمنوں کی یہ درخواست قبول فرمالی اور وہ ساز و سامان سمیت خیبر چلے گئے۔ غور کیجیے۔ رسول اللہؐ چاہتے تو یہودیوں کو ان کی اس حرکت کی سخت سزا دے سکتے تھے لیکن آپؐ نے درگذر سے کام لیا۔

(۳)

قاتلہ کی جان بخشی

خیبر کی وادی مدینہ منورہ سے تقریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ کچھ یہودی وہاں پہلے سے آباد تھے اور کچھ عمرو کی شرارت کے بعد وہاں جاکر آباد ہوگئے تھے۔ یوں آہستہ آہستہ یہ بستی یہودیوں کا گڑھ بن گئی اور انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے چھ مضبوط قلعے تعمیر کرلئے۔ حسبِ عادت یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے اور اسلام کے دشمنوں کی حمایت پر کمربستہ رہتے تھے۔ نبیٔ کریمؐ نے بہت برداشت سے کام لیا۔ آخر تنگ آکر محرم ۷ھ میں خیبر پر فوجکشی کی اور یہودیوں کو شکست دی۔

یہودی بہت ہوشیار قوم ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ طاقت کے ذریعے سے مسلمانوں سے نمٹنا مشکل ہے، تو بظاہر دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور خوشامد شروع کردی۔ اس سلسلہ میں ان کا سردار مرحب پیش پیش تھا۔

فتح کے بعد حضورؐ اسلامی لشکر سمیت چند دنوں کے لئے خیبر میں رُک گئے تھے۔ ایک روز مرحب چند ساتھیوں کے ہمراہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بڑی نیازمندی کا مظاہرہ کیا اور جاتے ہوئے کھانے کی دعوت دے گیا۔ دعوت کے معاملے میں حضورؐ کسی کی دلشکنی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ یہودی سردار کو بھی ہاں کردی۔ مرحب کی ایک بھاوج تھی۔ زینب بنتِ

حارث مسلمانوں سے سخت متنفر اور حضورؐ کی تو جانی دشمن تھی۔ اُسے دعوت کا علم ہُوا تو دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی۔ کہ پیغمبرِ اسلام کو ختم کرنے کا سنہری موقع ہاتھ لگا ہے۔ چنانچہ اس نے بڑے جوش و خروش سے کھانا پکوایا اور اس میں زہر ملا دیا۔

حضورؐ اور اُن کے ساتھی وقت پر تشریف لائے اور دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ رسالتمآبؐ نے پہلا لقمہ ہی لیا تھا کہ زہر کا علم ہو گیا، چنانچہ ہاتھ وہیں روک لیا۔ جن صحابہ نے چند ایک لقمے کھا لئے تھے۔ ان کی حالت تو غیر ہو گئی تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ یہ زینب کی کارستانی ہے۔ اُس سے پوچھا تو بولی کہ میں نے زہر اس لئے ملایا تھا کہ اگر آپؐ اللہ کے سچے نبی ہیں تو خود ہی واقف ہو جائیں گے ورنہ ہمیں آپؐ سے نجات مل جائے گی۔ اب میری تسلی ہو گئی ہے اور میں ایمان لاتی ہوں زہر کے اثر سے کچھ صحابہ کا تو انتقال بھی ہو گیا۔ حضورؐ پر بھی اس ایک لقمہ میں شامل زہر کا اثر ساری عمر رہا۔ لیکن شانِ کریمی ملاحظہ ہو کہ ملزمہ سے انتقام لینے کی بجائے اُسے معاف کر دیا۔[1]

(۴)

سفرِ طائف

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بے مثل صبر و تحمل کا ایک اور نظارہ

۱۔ صحیح بخاری - باب فتح خیبر و ذکر وفات نبوی

خلقِ خدا نے طائف کے قصبے میں کیا۔ یہ سرسبز و شاداب بستی مکہ سے کوئی سو کلو میٹر کے فاصلے پر واقعہ ہے۔ قریشِ مکّہ نے مظالم کی انتہا کر دی تو رسالتمآبؐ نے سوچا کہ کچھ عرصے کے لئے کسی اور جگہ چلے جائیں چنانچہ نظرِ انتخاب طائف پر پڑی۔ خیال یہ تھا کہ اگر طائف کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو قریش کے ہاتھوں مسلسل ظلم و ستم کا شکار ہونے والے مسلمانوں کو بھی وہیں بلا لیں گے۔

طائف میں اُن دنوں تین بھائیوں (عبد یالیل، مسعود اور حبیب عمرو) کا اثر و رسوخ تھا اور وہ ایک طرح سے بستی کے سردار تھے۔ حضورؐ بستی میں پہنچے تو سیدھے ان کے ڈیرے پر گئے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ آپؐ کا خیال تھا کہ اگر انؓ کا رویّہ حوصلہ افزا ہوا تو باقی لوگ بھی یقیناً آپؐ کی بات پر کان دھریں گے۔ لیکن یہ سردار بے حد اجڈ اور جاہل نکلے۔

دعوتِ حق کی بات سُن کر ایک بھائی بولا۔

"اگر اللہ نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں غلافِ کعبہ کے ٹکڑے کر دوں گا"۔ دوسرا بولا:۔

"کیا اللہ کو تمہارے سوا رسول بنانے کے لئے کوئی دوسرا آدمی نہیں ملا تھا"۔

تیسرا کہنے لگا۔

"میں تمہارے ساتھ کوئی بات کرنا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ دعوے کے مطابق

اگر تم واقعی نبی ہو تو بے حد خطرناک شخص ہو اور تمہارے ساتھ بات چیت میں خطرہ ہے، اور اگر تم جھوٹ کہہ رہے تو تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔

طائف کے سرداروں کے رویے سے حضورؐ کو بے حد مایوسی ہوئی۔ دینِ اسلام کی قبولیت تو کجا وُہ تو آپؐ کی بات ہی سننے کے لئے تیار نہ تھے۔چنانچہ واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ ابھی مڑے ہی تھے کہ ان کمینوں نے بستی کے لڑکوں بالوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ گالیاں دیتے، آوازے کستے اور ہنسی مذاق اڑاتے ہوئے آپؐ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

یہی نہیں بلکہ کچھ لفنگوں نے آپؐ پر پتھراؤ بھی شروع کر دیا۔جسم زخمی ہونے سے آپ کے جوتے خون سے بھر گئے۔لیکن ان ظالموں کو ترس نہ آیا۔ زخموں سے چُور ہو کر آپؐ ایک جگہ بیٹھ گئے تو انہوں نے بازو سے پکڑ کر اٹھا دیا اور پھر وُہی ہاؤ، ہُو کرنے لگے۔ غرض آپؐ اسی حالت میں شہر سے باہر نکل آئے۔ غنڈے واپس ہو گئے تو آپؐ ایک باغ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اللہ کے حضور فریاد کی اور صبر و استقلال کی توفیق چاہی۔

ذرا طبیعت بحال ہونے پر مکّہ کی جانب روانہ ہوئے تو آسمان پر بادل چھا گئے۔ نظر اٹھا کر دیکھا، حضرت جبرائیلؑ سامنے تھے۔ عرض کی یا رسول اللہؐ

ذاتِ حق نے آپؐ کی دُعا سُن لی ہے۔ اور پہاڑوں کا انتظام چلانے والے فرشتے کو میرے ہمراہ آپؐ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اس پر دوسرے فرشتے نے عرض کی۔ یارسول اللہ۔ آپؐ حکم دیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑوں کو طائف کی بستی پر الٹ دوں۔

آپؐ نے فرمایا" ہرگز نہیں، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کریں گے، جو ایک خدا کی بندگی کریں گے اور اسلام کا بول بالا کریں گے۔

عزیز دوستو! پیارے رسولؐ کے صبر و تحمل اور عفو و درگذر پر غور کریں۔ دشمنوں نے ہر طرح کی اذیت پہنچائی، مذاق اُڑایا، گالیاں دیں، پتھر برسائے۔ لہو لہان کر کے شہر سے باہر نکال دیا۔ لیکن رحمۃ للعالمینؐ نے انہیں بد دعا نہیں دی۔ جواب میں بُرا نہیں کہا۔ اختیار ہونے کے باوجود درگذر سے کام لیا۔ فرشتہ طائف کی بستی کو تہس نہس کرنے کے لئے آپؐ کے احکامات کا منتظر ہے۔ لیکن آپؐ کی شانِ رحیمی ملاحظہ ہو کہ ظالموں کو نہ صرف معاف کر دیتے ہیں بلکہ اللہ سے امید کرتے ہیں کہ ان کی آئندہ نسلیں نیک اور توحید پرست ہوں گی۔ کیا دنیا کا کوئی اور شخص اس قدر صبر و تحمل اور عفو و درگذر کا مظاہرہ کرتا؟ یقیناً نہیں!

(۵)

بد دُعا کی بجائے دُعا

غزوہ احد میں مسلمانوں کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک وقت تو ایسا آیا کہ ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ دشمن کا غلبہ ہوتا ہوا نظر آرہا تھا۔ حضورؐ حسبِ دستور اسلامی لشکر کے قلب میں موجود تھے۔ دباؤ بڑھا۔ جاں نثار ساتھی بڑھ چڑھ کر آپؐ کا دفاع کر رہے تھے۔ حضورؐ بھی بڑی دلیری سے اپنی جگہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک دشمن عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر تاک کر مارا تو رسالتمآب کا سامنے کا ایک دانت شہید ہو گیا۔ ابھی آپ سنبھل ہی پائے تھے کہ ایک اور مخالف فوجی نہایت تیزی سے آگے بڑھا اور سر مبارک پر تلوار کا بھرپور وار کر دیا۔ حضورؐ نے حفاظت کے لئے خُود پہن رکھی تھی چنانچہ اس کی کڑیاں پیشانی میں دھنس گئیں اور چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ سر اور منہ سے خون کے فوارے اُبل پڑے۔ صحابہ نے دیکھا تو بہت پریشان ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہؐ کاش آپ ان لوگوں کے حق میں بد دعا فرماتے تاکہ یہ تباہ و برباد ہو جاتے"

جواب میں حضورؐ نے فرمایا:

" میں لعنت اور بد دُعا کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ سیدھی راہ کی طرف بلانے

۱۔ صحیح بخاری و مبعث النبیؐ۔

کے لئے مبعوث ہؤا ہوں ۔ اور اللہ نے مجھے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔ پھر آپؐ نے دعا فرمائی۔

"یا اللہ میری قوم کو بخش دے ۔ انہیں سیدھی راہ دکھا ۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے" سبحان اللہ ۔ جان کے دشمن کے لئے اس قسم کی خیر خواہی تاریخ میں ڈھونڈے سے نہیں ملے گی۔

(۶)

حضرت حمزہ کا قاتل

حضرت حمزہؓ حضورؐ کے چچا تھے ۔ نہایت مشفق اور ہمدرد، بہادر اس قدر کہ دشمن ان کے نام سے کانپتے تھے ۔ جنگ بدر میں آپ کی تلوار کی کاٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی ۔ کئی کافروں کو جہنم رسید کیا ۔ جن میں مکہ کا مشہور سردار طعیمہ بن عدی بھی شامل تھا ۔ طعیمہ کے گھر والوں کو اس کے قتل کا بے حد صدمہ ہؤا ۔ اور وہ حضرت حمزہؓ سے انتقام لینے کی ترکیبیں سوچنے لگے۔

اتفاق سے اگلے ہی سال اُحد کا معرکہ پیش آیا تو طعیمہ کے بھتیجے جبیرہ بن مطعم نے اپنے غلام وحشی سے وعدہ کیا کہ اگر وہ حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے میں کامیاب ہوگیا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا ۔ جنگ شروع ہوئی ۔ وحشی تاک میں تھا ۔ جونہی موقعہ ملا ۔ پیچھے سے نیزہ مارا جس سے آپ شہید ہوگئے ۔ وحشی نے

حسبِ وعدہ آزادی پائی اور مکہ میں رہنے لگا۔ مکہ فتح ہوا تو بھاگ کر طائف چلا گیا۔ جب طائف کے کچھ لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وحشی بھی ان کے ساتھ چلا آیا۔ اسلام قبول کیا اور جان کی امان پائی۔ لیکن حضورؐ کو اپنے پیارے چچا کی موت کا اس قدر صدمہ تھا کہ وحشی کو ہدایت کی کہ وہ آپؐ کے سامنے نہ آیا کرے کیونکہ اس سے چچا کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وحشی ساری عمر حضورؐ کے سامنے نہیں آیا۔ اپنے کئے پر نادم رہا اور اسلام کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا رہا۔ حضورؐ کی رحلت کے بعد نبوت کے ایک جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب نے بغاوت کی تو وحشی اس کی سرکوبی میں پیش پیش تھا۔ اور آخر یہ جھوٹا نبی وحشی کے ہاتھوں ہی قتل ہوا۔[1]

(۷)
قریشِ مکّہ سے سلوک

آپؐ کے حلم و عفو کا ایک شاندار مظاہرہ اس وقت دیکھنے میں آتا ہے۔ جب آپ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ آپؐ کے بدترین دشمن آپؐ کے رحم و کرم پر تھے۔ وہ جنہوں نے آپ پر مظالم کی انتہا کر دی تھی۔ جنہوں نے آپؐ کا ٹھٹھا اڑایا تھا۔ گالیاں دی تھیں، قتل کے منصوبے بنائے تھے اور وطن

۱۔ صحیح بخاری، فتح طائف

چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ سبھی ہاتھ باندھے آپؐ کے سامنے کھڑے تھے۔ وُہ خوف کے مارے کانپ رہے تھے، انہیں اپنی زیادتیاں ایک ایک کر کے یاد آ رہی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ اب ان سے بدلہ لیا جائے گا۔

آپؐ تشریف لائے۔ سبھی کی نگاہیں آپؐ پر جمی ہوئی تھیں۔ مختصر سا خطبہ دینے کے بعد آپؐ نے اہلِ مکّہ سے پوچھا کہ تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟ سبھی ایک زبان ہو کر بولے۔ "یقیناً آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ کیونکہ آپ ہمارے مہربان بھائی اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں۔"

اس پر آپؐ نے فرمایا" آج میں بھی تم سے وہی کچھ کہتا ہو جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔" آج تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تمہیں معاف کر دے اور بیشک وہ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے"۱

(۸)

چوروں کی معافی

مدینہ سے کچھ دور کھجوروں کے جھنڈ اور سبزہ زار تھے۔ شہر کے جانور وہاں چرتے۔ حضورؐ کی بھی کچھ اونٹنیاں تھیں، جنہیں چرانے کی ذمہ داری ایک صحابی حضرت سلمہؓ کے سپرد تھی۔ ایک روز وہ کسی کام سے شہر چلے آئے۔ واپس

۱۔ صحیح بخاری باب فتح مکہ

ہوئے تو راستے میں مشہور صحابی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا غلام ملا۔ بولا سلمہ، جلدی کرو آنحضرت کی اونٹنیاں غطفان اور فزارہ[1] والے پکڑ کر لے گئے ہیں۔

حضرت سلمہؓ یہ سنتے ہی سرپٹ دوڑے اور تھوڑی ہی دُور چوروں کو جالیا۔ دراصل وہ پانی پینے ٹھہر گئے تھے۔ حضرت سلمہؓ نے تیروں کی بوچھاڑ کردی تو وہ گھبرا کر بھاگ اٹھے اور اونٹنیاں پیچھے چھوڑ گئے۔ حضرت سلمہؓ اطمینان سے جانوروں کو گھیر لائے۔ اُدھر حضورؐ کو چوری کی اطلاع ملی تو پریشانی کے عالم میں چراگاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت سلمہؓ کو جانوروں سمیت آتے دیکھا تو اطمینان ہوا۔ حضرت سلمہؓ نے پورا قصّہ کہہ سنایا اور عرض کی کہ وہ لوگ ابھی پیاسے ہیں۔ اگر پیچھا کیا جائے تو لازماً پکڑے جائیں گے۔ لیکن رحمتہ للعالمینؐ نے فرمایا، "سلمہؓ یہ خیال چھوڑو، ہمیں مال سے غرض تھی۔ وہ مل گیا۔ انہیں جانے دو۔ اب تک تو وہ اپنے ساتھیوں سے جاملے ہوں گے۔"

یہ محض آپؐ کے عفو اور حلم کے سبب تھا ورنہ چوروں کو گرفتار کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔

⑨

بدّو سے درگذر

مسجد کو اللہ کا گھر کہتے ہیں۔ یہ عبادت کی جگہ ہی نہیں مسلمانوں کی سماجی زندگی میں

۱۔ قبائل کے نام

اہم مرکز کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ حضور نبیؐ اکرمؐ کا زیادہ تر وقت مسجد نبوی میں گذرتا تھا۔ اس کی صفائی و پاکیزگی کا بہت خیال رکھتے اور دوسروں کو بھی اس معاملہ میں احتیاط برتنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اکثر اوقات مسجد کی صفائی اپنے ہاتھ سے فرماتے۔

ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ ایک بدو مسجد نبوی میں آیا۔ تہذیب سے ناواقف اس جنگلی شخص کو مسجد کے احترام کا کچھ علم نہ تھا۔ چنانچہ حاجت ہوئی، تو وہیں صحن میں بیٹھ کر پیشاب کر دیا۔ کچھ اور لوگ بھی اس وقت مسجد میں موجود تھے۔ اس کی یہ بد تہذیبی اور بے ادبی سب کو گراں گذری کچھ جوشیلے قسم کے لوگ اسے مارنے کے لئے اٹھے، تو حضورؐ نے انہیں روک دیا اور فرمایا کہ اسے جانے دو پیشاب پہ ایک ڈول پانی بہادو۔ کیونکہ بلاشبہ تم نرمی اور آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ تشدد اور سختی کے لئے!

؎ صحیح بخاری؛

نواں باب

حسن اخلاق

حضور سرورِ کائنات حسنِ اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔ آپؐ نے کبھی کسی سے زیادتی کی، نہ برائی۔ بلکہ دوسروں کی زیادتیوں اور برائیوں کا بدلہ بھی بھلائی اور نرمی سے دیا۔ آپؐ ہرگز مشتعل نہ ہوتے صبر و تحمل اور ذاتِ حق پہ بھروسہ ہمیشہ آپؐ کا شیوہ رہا۔

آپؐ زیر دستوں اور محکوموں کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ دینی اور دنیوی طور پہ اعلیٰ ترین مقام پہ فائز ہونے کے باوجود ضرورتمندوں کے کام آتے اور اُن کی خدمت کرنے میں فخر محسوس کرتے۔ غریبوں اور معاشرہ کے دھتکارے ہوئے لوگوں کے ساتھ خصوصی شفقت فرماتے۔ یہ آپؐ کے حسنِ اخلاق کا کرشمہ تھا کہ لوگ دیوانہ وار آپؐ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ اور ہدایت پاکر دین و دنیا میں سرخرو ہوتے تھے۔ اس باب میں آپ کے حسنِ اخلاق کو اجاگر کرنے والے چند واقعات درج کئے جا رہے ہیں۔

(۱)

بدّو کی بے وقوفی

ہمارے پیارے رسولؐ بے حد مہمان نواز تھے۔ کوئی بھی ملنے آتا تو بڑی

تواضع سے پیش آتے اور اس کے آرام کا پورا خیال رکھتے تھے۔ ایک روز حضورؐ حرم پاک سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راہ میں ایک اجنبی شخص ملا اور شب بسری کی درخواست کی۔ آپؐ اپنے ہمراہ اُسے گھر لے آئے۔ کھانا کھلایا اور سونے کے لئے بستر دے دیا۔

اب اس کا ظرف دیکھئے کہ وُہ رسولِ خداؐ کا کوئی نادان دشمن تھا۔ اور باقاعدہ منصوبہ کے تحت حضورؐ کو پریشان کرنے آیا تھا۔ رات ہوئی، آپؐ سو گئے تو اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ بستر پر ہی رفع حاجت کی اور منہ اندھیرے میزبان کو بتلائے بغیر چلتا بنا۔ اپنے جی میں بہت خوش تھا کہ سرکار دوعالمؐ کا بستر گندا کر آیا ہے۔ اور اب وہ پریشان ہوں گے۔

صبح ہوئی، حضورؐ مہمان کی خیریت دریافت کرنے اس کے کمرے میں گئے تو دیکھا کہ وُہ خود تو غائب ہے، البتہ بستر گندگی سے لتھڑا ہوا ہے۔ کوئی عام میزبان ہوتا تو آگ بگولا ہو جاتا۔ لیکن سرکار دوجہاںؐ کو ملال تک نہ ہُوا۔ برتن میں پانی بھر لائے اور گندگی اپنے ہاتھوں سے دھونے لگے۔ اُدھر وُہ بے وقوف شخص کچھ ہی دُور گیا تھا کہ خیال آیا کہ وہ اپنی تلوار تو حضورؐ کے گھر ہی بھُول آیا ہے۔ تلوار لینے واپس آیا تو رحمت للعالمینؐ کو بستر کی صفائی میں مصروف پایا۔ آپؐ نے "مہمان" کو دیکھا تو تلوار اٹھا کر دے دی اور اسے ملامت تک نہ کی۔ اس اکھڑ اور جاہل شخص پر اس حسنِ اخلاق کا اسقدر

اثر ہوا کہ فوراً رسول اللہ سے معافی مانگی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا![1]

(۲)

حضرت زید بن حارث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں شمالی عرب میں ایک بڑا قبیلہ "بنو کلب" نام کا آباد تھا۔ بنو کلب کی ایک ہمسایہ قبیلے سے لڑائی ہوئی جس میں اُس کے بہت سے لوگ دشمن کے ہاتھ لگ گئے گرفتار ہونے والوں میں بنو کلب کے سردار کا زید نامی کمسن بیٹا بھی شامل تھا۔ زید نہایت خوبصورت اور ذہین لڑکا تھا۔ اس زمانہ کا رواج تھا کہ جنگی قیدیوں کو غلام کے طور پہ بیچ دیا جاتا تھا۔ چنانچہ بنو کلب کے لوگوں کو بھی مکہ لا کر فروخت کر دیا گیا۔ نبی اکرمؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ نے زید کی خوبیوں کے بارے میں سُنا تو خرید کر اپنے شوہر کی خدمت پر مامور کر دیا۔ کہنے کو تو زید غلام تھے۔ لیکن ان کے آقا سرکارِ دوجہاںؐ انہیں اپنی اولاد کی طرح چاہتے تھے۔ اور بیٹوں ہی کی طرح پرورش کی۔ اس حسنِ سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ زید اپنے سگے والدین کی شفقت اور گھر کے آرام کو بھول گئے اور دل و جان سے اپنے آقا کی خدمت میں مشغول رہنے لگے۔

اُدھر زید کے باپ کا برا حال تھا۔ بیٹے کی جدائی اُسے کسی کروٹ چین نہ لینے دیتی

۱۔ صحیح بخاری

تھی۔ وہ اس کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ جونہی اطلاع ملی، کہ اس کا لخت جگر مکہ کے ایک شخص کے پاس موجود ہے، تو فدیہ کے طور پر ایک بھاری رقم لے کر مکہ پہنچا اور پوچھتا پچھاتا سرکار دو جہاںؐ کے گھر پہنچ گیا۔ تاکہ رواج کے مطابق رقم دے کر اپنے بیٹے کو آزاد کروا سکے۔ اس نے جاتے ہی بھاری رقم حضورؐ کے قدموں میں ڈھیر کر دی اور بیٹے کی واپسی کی درخواست کی۔

حضورؐ پریشان حال باپ کی داستان سے بہت متاثر ہوئے۔ فرمانے لگے کہ بچے کو یوں واپس خریدنے کی نسبت ایک بہتر طریقہ اور بھی ہے۔ کہ خود بچے سے پوچھ لیا جائے۔ اگر وہ آپ کے ساتھ جانا چاہے تو میں کوئی پائی پیسہ لئے بغیر آپ کے حوالے کر دوں گا۔

چنانچہ زید کو بلایا گیا، حضورؐ نے نووارد کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "اس شخص کو پہچانتے ہو" زید نے جواب دیا یقیناً یہ میرے والد ہیں"۔ یہ جان کر کہ وہ اسے واپس لینے آیا ہے۔ زید نے کہا۔

"آپ نے مجھ سے جو محبت بھرا سلوک کیا ہے۔ اس کے بعد میں آپ کے ہاں بطور غلام رہنے کو اپنے باپ کے گھر بطور آقا زندگی گذارنے پر ترجیح دیتا ہوں"۔

حضورؐ زید کے اس جواب سے بے حد متاثر ہوئے۔ لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔ اور اعلان کیا۔ "میں زید کو آزاد کرتا ہوں اور آج سے اسے اپنا بیٹا بناتا ہوں"۔ زید کے والد خالی ہاتھ لوٹے۔ لیکن بے حد خوش تھے

کہ ان کا بیٹا ایک ایسے عظیم انسان کے زیرِ سایہ پرورش پائے گا۔

عزیز و! غلاموں سے حسنِ سلوک اور محبت وشفقت کی ایسی مثال ڈھونڈے سے نہ ملے گی۔ زید نامی یہ لڑکا بعد میں رسولِ خُدا کا جلیل القدر صحابی بنا۔ اور حضورؐ کی نبوت پر ایمان لانے والے چار ابتدائی اشخاص میں شامل تھا۔

(۳)

زید بن سعنہ کا قبولِ اسلام

مدینہ میں ایک مالدار یہودی رہتا تھا اور پیسے کے لین دین کا کاروبار کرتا تھا۔ کسی کو قرض کی ضرورت ہوتی تو وہ اس سے لے لیتا۔ ایک دفعہ حضورؐ کو بھی کچھ پیسوں کی ضرورت پڑی تو اُسی سے لے لئے۔ ادائیگی کے لئے ایک تاریخ مقرر کر لی گئی۔ نہ جانے یہودی کو کیا سوجھی کہ مقررہ تاریخ سے کئی دن پہلے ہی آ دھمکا اور رقم کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگا۔

رسولِ خداؐ نے یاد دلایا کہ وعدہ کے مطابق ابھی کچھ دن باقی ہیں اور تب تک کچھ نہ کچھ بندوبست ضرور ہو جائے گا۔ لیکن وہ نہ مانا اور حضورؐ کی چادر کھینچ کر کہنے لگا " میں خوب جانتا ہوں" عبدالمطلب کے خاندان والو! تم ہمیشہ یونہی حیلے بہانے کرتے ہو۔"

حضرت عمرؓ حضور رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک یہودی کی اس زبان درازی پر سخت طیش میں آ گئے اور کہا۔

"او! خدا کے دشمن تو رسول اللہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا۔ عمر! مجھے تو آپ سے کچھ اور توقع تھی۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ اُسے سمجھاتے کہ نرمی سے تقاضا کرے اور مجھ سے قرض کی ادائیگی کے لئے کہتے :

اس کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ ہی سے فرمایا کہ نہ صرف اس کا قرضہ چکا دیں بلکہ بیس صاع[1] کھجور زائد دے دیں۔

یہودی حلم وعفو کے اس پُر اثر منظر کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا[2]۔

دوستو! یہ یہودی زید بن سعنہ تھے۔ جو قبول اسلام کے بعد حضورؐ کے جلیل القدر صحابی بنے اور اپنی دولت اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کر دیں۔

(۴)

برائی کا بدلہ بھلائی

رسولِ خداؐ کے حلم وعفو کا ایک اور واقعہ ہے، کہ آپؐ ایک جگہ کھڑے چند صحابہ سے باتیں کر رہے تھے۔ حسبِ عادت چادر اوڑھی ہوئی تھی جس کا کنارہ ذرا موٹا اور کھردرا تھا۔ اتنے میں ایک بدو آیا اور چادر کو ایک کونے سے پکڑ کر اس طرح سے جھٹکا دیا کہ آپؐ کے شانۂ مبارک اور گردن پر نشان پڑ گیا۔ آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت ملائمت سے اس حرکت کی

۱۔ صاع۔ زمانۂ رسالتؐ کا رائج پیمانہ۔ آج کل کے تقریباً تین کلو کے برابر ۲۔ الشفاء۔

وجہ پوچھی تو بدو بڑے اکھڑ پن سے بولا ۔

" اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، جو مال تمہارے پاس ہے اس میں سے کچھ میرے اونٹوں پر بھی لاد دو ۔ یہ سب کچھ تیرا یا تیرے باپ کا تو نہیں ہے " ۔

بدو کی یہ گستاخی اور گفتگو کا انداز حاضرین کو سخت ناگوار گذرا لیکن حضور سرور کائنات ؐ کا علم اور درگذر ملاحظہ ہو کہ یہ سب کچھ سن کر مسکرا دیئے ۔ فرمایا یقیناً میرے پاس موجود مال اللہ کی امانت ہے ۔ اس میں سے تجھے بھی ضرور ملے گا " لیکن ایک بات بتاؤ کہ کیا اب میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں جو تو نے میرے ساتھ کیا اور ناحق چادر کھینچ کر مجھے زخمی کر دیا " بدو بڑی بے باکی سے بولا ہرگز نہیں ۔ حضورؐ نے حیرانی سے پوچھا آخر کیوں ! بدو بولا میں جانتا ہوں کہ تو برائی کے بدلے میں برائی نہیں کرتا " ۔

حضورؐ یہ سن کر مسکرانے لگے اور ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دیں ۔

(۵)

نجدی سردار کا قبول اسلام

علاقہ نجد کا ایک سردار ثمامہ بن اثال مسلمانوں کا زبردست دشمن تھا اور آئے دن سازشیں کرتا رہتا تھا ۔ حضورؐ نے بہت صبر کیا لیکن جب ثمامہ کی شرارتیں حد

سے بڑھ گئیں تو ایک روز کچھ سوار اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیئے۔ انہوں نے اسے پکڑا اور مدینہ لا کر مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا۔

حضورؐ کو اطلاع ہوئی تو تشریف لائے اور ثمامہ سے پوچھا کہ بتاؤ اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ وہ بولا۔ کہ اگر آپؐ مجھے قتل کر دیں گے تو کچھ غلط نہ ہوگا کیونکہ میں نے پہلے ہی بہت سے خون کر رکھے ہیں۔ اگر معاف فرماویں گے تو میں یہ احسان یاد رکھوں گا اور اگر فدیہ لینا پسند کریں، تو میں بڑی سے بڑی رقم ادا کر سکتا ہوں،

آپؐ نے یہ سُن کر تبسم فرمایا اور ثمامہ کو غیر مشروط طور پر چھوڑ دیا۔ رہا ہو کر وہ مسجد سے چلا گیا، کچھ لوگ دل میں حیران تھے کہ اتنے بڑے دشمن کو مفت میں چھوڑ دیا۔ لیکن ابھی کچھ ہی دیر گذری تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ ثمامہ نہا دھو کر نئے کپڑے پہنے پھر سے مسجد میں آ گیا۔ حضورؐ ابھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ جا کر قدموں میں گر گیا اور عرض کی، یا رسول اللہؐ! مجھے دنیا میں سب سے زیادہ نفرت آپ سے اور آپ کے مذہب سے تھی۔ مگر اب مجھے سب سے زیادہ محبت آپؐ سے اور آپؐ کے مذہب سے ہے۔ یہ کہا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔[۱]

عزیزو! یہ یقیناً سرورِ کائنات کا حسنِ اخلاق تھا جس نے ثمامہ کے اندر کی دنیا بدل کر رکھ دی اور اُسے اسلام کا شیدا بنا دیا۔

الشفا، ص ۲۸۰ ۱۔ صحیح بخاری

(۶)

بڑھیا کی مزاج پرسی

مکّہ میں آپؐ کے گھر کے پاس ایک بڑھیا رہتی تھی۔ مزاج کی انتہائی تیز۔ بے حد لڑاکی۔ کسی سے اس کی نہ بنتی تھی۔ محلے بھر کا ناک میں دم کر رکھا تھا حضورؐ کی مخالفت میں بھی وُہ کسی سے پیچھے نہ تھی۔ اس کا دستور تھا کہ گھر کا کوڑا جمع کر رکھتی اور جونہی آپؐ گلی سے گذرتے، ان پہ انڈیل دیتی۔ وہ کمزور اور اکیلی عورت تھی۔ آقائے دو جہاںؐ چاہتے تو سختی سے منع بھی فرما سکتے تھے، لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا اور اسے من مرضی کرنے دی۔

بڑھیا کا یہ روز کا معمول تھا اور اس میں ناغے یا دیر کی کبھی نوبت نہ آتی تھی، کرنا خدا کا ایسا ہُوا کہ وہ اچانک بیمار پڑ گئی۔ کئی روز گذر گئے۔ اس نے رسولِ خُدا پہ کوڑا نہ پھینکا تو آپؐ کو پریشانی لاحق ہوئی کہ بڑھیا کو کیا ہو گیا۔ ارد گرد سے پوچھا تو پتہ چلا کہ بیمار پڑی ہے۔ ہلنے جلنے سے لاچار ہے۔ تیمارداری کرنے والا کوئی ہے نہیں۔ محلے والوں سے اس کی پہلے ہی نہیں بنتی تھی۔

حضورؐ نے یہ سُنا تو کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر فوراً اس کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ بستر سے لگی بڑھیا کو کھانا کھلایا۔ دوائی پلائی۔ گھر کی ترتیب درست کی اور ادھر ادھر کی باتوں سے دل بہلایا۔ حضورؐ اسکی خدمت میں لگے ہوئے تھے اور وُہ دل میں سخت شرمندہ ہو رہی تھی۔ کہ جس شخص کو میں

اتنی تکلیفیں دیتی رہی ہوں وہ اس قدر عظیم ہے۔ جب تک وہ صحتیاب نہ ہو گئی، رسالتمآبؐ باقاعدگی سے مزاج پرسی کے لئے جاتے رہے اور اس کی ہر ممکن مدد فرماتے رہے۔ بڑھیا اس حسنِ سلوک سے اس قدر متاثر ہوئی کہ گڑگڑا کر حضورؐ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور مسلمان ہو گئی۔

وہ جادوگر میں ہی ہوں

حضور رسالتمآبؐ نے دین اسلام کی تبلیغ شروع کی تو دشمنوں نے نہ صرف آپؐ کی مخالفت کی بلکہ طرح طرح کے الزامات بھی لگائے۔ کسی نے کہا کہ آپؐ جادوگر ہیں، کسی نے شاعر کہا اور کسی نے دیوانہ ہونے کی پھبتی کسی۔ مقصد لوگوں کو بدظن کرنا تھا، تاکہ وہ نئے دین کی طرف رجوع نہ کرنے لگیں۔

انہی دنوں کا ذکر ہے کہ حضورؐ غارِ حرا سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں ایک بڑھیا کو دیکھا۔ سخت پریشان اور سانس پھولی ہوئی۔ سر پہ چھوٹی سی گٹھڑی رکھے بھاگی جا رہی تھی، کبھی کبھی پیچھے مڑ کر بھی دیکھ لیتی، گویا کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہو۔ حضورؐ کے پاس سے گذری تو آپؐ نے بڑی ملائمت سے پوچھا "بڑی اماں کیا بات ہے۔ پریشان کیوں دکھائی دے رہی ہو۔ اور گٹھڑی اٹھائے کہاں بھاگی جا رہی ہو۔ لاؤ گٹھڑی مجھے دے دو۔ میں تمہیں تمہاری منزل تک چھوڑ آتا ہوں"۔ بڑھیا بہت خوش ہوئی۔ کہنے لگی کیا پوچھتے ہو، سنا ہے شہر میں کوئی جادوگر

آیا ہے۔ نئے دین کی بات کرتا ہے۔ لوگوں پر اس کا اثر بھی ہو رہا ہے۔ میں تو شہر چھوڑ کر جا رہی ہوں کہ کہیں میرا مذہب بھی خراب نہ کر دے۔

باتوں باتوں میں بڑھیا کی منزل آ گئی۔ حضورؐ نے سب باتیں خاموشی سے سن لیں۔ واپس ہونے لگے تو بڑھیا نے شکریہ ادا کیا اور کہنے لگی بیٹا تم کتنے اچھے انسان ہو۔ مکہ واپس نہ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اس جادوگر کے چنگل میں پھنس جاؤ۔ اس پر حضورؐ مسکرائے اور فرمایا۔ بڑی اماں میں وہی جادوگر ہوں جس سے تم بچ کر آئی ہو۔

بڑھیا سخت حیران ہوئی کہ اتنا نیک اور ہمدرد انسان اور لوگوں نے خواہ مخواہ جادوگر مشہور کر رکھا ہے۔ چنانچہ اُسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی اور حضورؐ کے ساتھ ہی مکہ واپس چلی آئی۔

دسواں باب

تدبّر اور معاملہ فہمی

حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حد دانا اور معاملہ فہم شخص تھے۔ فوراً معاملہ کی تہہ کو پہنچ جاتے اور مشکل سے مشکل مسئلہ کا بھی مناسب حل تلاش کر لیتے تھے۔ تاریخ اور سیرت کی کتب آپؐ کے فہم و فراست کے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ جن میں سے چند کا ذکر اس باب میں کیا جا رہا ہے۔

(۱)

حجرِ اسود کی تنصیب

اعلانِ نبوّت سے کوئی پانچ سال قبل کا واقعہ ہے کہ سیلاب اور بارشوں نے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچایا۔ تعمیر اور مرمت کا کام شروع ہوا تو ہر قبیلے اور خاندان کے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ دیواریں کچھ بلند ہوئیں تو حجرِ اسودؑ کی تنصیب پر جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ حجرِ اسود کا تقدس اور احترام زمانۂ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ ہر کوئی اُسے اپنے ہاتھوں سے دیوار میں نصب کرنا چاہتا تھا۔ جھگڑا بڑھ گیا۔ بعض جوشیلے لوگوں نے تو یہاں تک اعلان کر دیا کہ اب اس کا فیصلہ صرف تلوار کرے گی۔ فضا میں سخت کشیدگی موجود تھی اور لڑائی کسی وقت بھی شروع ہو سکتی تھی۔ کہ ایک بزرگ ابو امیّہ بن مغیرہ نے یہ تجویز

پیش کی کہ جو شخص کل صبح سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو، فیصلہ اسی سے کروایا جائے۔ چنانچہ سب منتظر رہے کہ دیکھیں صبح کون سب سے پہلے حرم پاک میں داخل ہوتا ہے۔ صبح ہوئی سب کی نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضور رسالتمآبؐ تشریف لا رہے ہیں۔ آپؐ کو دیکھتے ہی لوگ خوشی سے پکار اُٹھے۔

"ھٰذا محمدؐ، ھٰذا الامین، ھٰذا الصادق، قد رضینا بہ"

ترجمہ:۔ یہ محمدؐ ہیں، یہ امین ہیں، یہ صادق ہیں ہم ان پر راضی ہیں۔

ان کا یہ اظہارِ مسرت بالکل بجا تھا۔ حضورؐ کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ان کے سامنے تھی اور انہوں نے اسے نہایت صاف ستھرا اور پاکیزہ پایا تھا۔

منتظر ہجوم نے سارا قصہ آپؐ سے بیان کیا، سُن کر حضورؐ نے تبسم فرمایا، کندھے سے اپنی چادر اتار کر زمین پر بچھا دی۔ حجرِ اسود کو اپنے دستِ مبارک سے اُٹھا کر اس پر رکھا۔ پھر ہر قبیلے کے ایک ایک نمائندے کو آگے آنے کے لئے کہا۔ یہ کل چار شخص تھے۔ سب چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ کر دیوار تک پہنچے اور حضورؐ نے پتھر کو اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ آپؐ کی عقل و دانش پر سبھی عش عش کر اُٹھے اور یوں ایک جنگ ہوتے ہوتے رُک گئی۔

۲

حاطبؓ کی جاں بخشی

حضرت حاطبؓ حضورؐ کے ایک صحابی تھے۔ غزوۂ بدر میں شرکت کر چکے تھے۔ اکیلے ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تھے، جبکہ باقی خاندان مکہ میں تھا۔ ان کی طرف سے سخت فکرمند رہتے تھے۔ لیکن انہیں مدینہ لانے کی کوئی صورت بھی نہیں بنتی تھی۔ مسلمانوں نے مکہ پر چڑھائی کے لئے تیاریاں شروع کیں، تو حاطبؓ مزید پریشان ہو گئے۔ ان کے خاندان کے لوگ مکہ میں دشمنوں کے نرغے میں تھے اور کسی وقت بھی انتقامی کارروائی کا شکار ہو سکتے تھے۔ چنانچہ بال بچوں کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر حاطبؓ ایک عجیب حرکت کر بیٹھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کا حال ایک خط میں لکھا اور ایک عورت کے ہاتھ مکہ روانہ کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ اس خط کی وجہ سے قریش مکہ ان کے احسان مند ہو جائیں گے۔ اور بدلہ میں ان کے گھر والوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔

کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ خط لے جانے والی عورت ابھی مدینہ سے نکلی ہی تھی کہ کچھ مسلمانوں کو اس کی حرکات و سکنات پر شبہ ہوا۔ روک کر تلاشی لی گئی تو خط برآمد ہو گیا۔ معاملہ بہت سنگین تھا۔ چنانچہ اُسے خط سمیت حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ جس کسی نے سُنا حیرانی اور غصّے کا اظہار کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بہت سارے صحابہ جمع ہو گئے۔ حضرت حاطبؓ کو بھی بلایا گیا۔ گرتے پڑتے

اور ڈرے سہمے سے حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے معاملہ کی وضاحت کے لئے کہا تو عرض کی "یا رسول اللہ میرے ایمان اور اسلام دوستی میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ یہ حرکت میں نے محض اپنے اہلِ خاندان کی محبت سے مجبور ہو کر کی ہے۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں ہماری تیاری کا حال سن کر مکہ والے انہیں قتل نہ کر دیں مجھے اسلام کی فتح اور سربلندی کا پورا یقین تھا۔ میں تو محض ان کے سر ایک احسان رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ میرے اہل وعیال کی جان بخشی کر دیں۔ میں نے یہ خط نہ تو جاسوسی کے لئے لکھا ہے اور نہ ہی منافقت میں"۔

ان کا یہ بیان سن کر موقعہ پر موجود صحابہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ حضرت عمرؓ خاص طور پر بہت غصے میں تھے۔ فوراً تلوار سونت لی اور حضورؐ سے عرض کی، "یا رسول اللہؐ! مجھے اس دشمنِ دین کے قتل کی اجازت دیجیے۔ اس نے خدا کے رسولؐ اور مسلمانوں سے غداری کی ہے۔ ایسے شخص کا وجود زمین پر بوجھ ہے"۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر نہایت ملامت سے فرمایا،

عمرؓ! یہ کیوں بھولتے ہو کہ حاطبؓ اہلِ بدر سے ہیں۔ آخر کوئی بات تو ہے جس کی وجہ سے خدا نے اہلِ بدر پر جنت لازم کر دی ہے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا بیشک خدا کے رسولؐ کو سب سے زیادہ علم ہے"

چنانچہ حضورؐ نے حضرت حاطبؓ کو معاف فرما دیا۔

یہ واقعہ رسولِ خدا کے تدبر و معاملہ فہمی ایک ایسی مثال ہے، جس کی نظیر دنیا بھر کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ سب صحابہ حاطب ابنِ بلتعہ ؓ کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ بظاہر ان کا جرم بھی کچھ کم گھناؤنا نہ تھا۔ انہوں نے جاسوسی کی تھی، جو صریحاً غداری ہے اور قانون میں اس کی سزا موت ہی ہوتی ہے۔ لیکن حضورؐ پُر نور کی نظر میں معاملہ کے دوسرے پہلو بھی تھے۔ اپنے بال بچوں کی حفاظت کا فطری جذبہ، جس سے مغلوب ہو کر حاطبؓ سے یہ حرکت سرزد ہوئی، اس نکتہ نے حاطبؓ کے جرم کی شدت کو کم کر دیا۔ اور ان کے اہلِ بدر کے اعزاز نے انہیں سزا سے بالکل بری قرار دے دیا![1]

(۳)

تحفہ نہیں رشوت

حضورؐ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ عرب کے علاوہ کچھ اور علاقے بھی اس میں شامل تھے۔ مملکت کو صوبوں میں تقسیم کر کے انتظام چلانے کے لئے افسروں کا تقرر کیا گیا تھا۔ نظم و نسق کے علاوہ یہ لوگ مالیات کی وصولی کے بھی ذمہ دار ہوتے تھے۔ حضورؐ ان لوگوں کا تقرر خود فرماتے اور ان کے کام پر نظر بھی رکھتے تھے۔ یہ لوگ عام طور پر خدا ترس اور دیانتدار ہوتے تھے، لیکن کہیں کہیں لالچی لوگوں کو بھی موقع مل جاتا تھا۔

۱۔ صحیح بخاری

ایسے ہی ایک افسر کے بارے میں اطلاع ملی کہ بددیانتی کا مرتکب ہو رہا ہے، لوگوں سے تحائف وصول کرتا ہے اور عیش کی زندگی گذارتا ہے۔ حضورؐ نے اُسے فوری بُلا بھیجا اور سرکاری رقوم کا حساب کتاب طلب کیا۔ وہ شخص دربارِ رسالتؐ میں پیسوں کی دو ڈھیریاں لگا کر کہنے لگا کہ ان میں ایک تو حکومت کے مالیات اور ٹیکسوں کی آمدنی ہے اور دوسری لوگوں نے اُسے تحفہ میں پیش کی ہے۔

یہ سُن کر حضور رسالتمآبؐ کو سخت صدمہ ہوا۔ اسی وقت مسجد نبوی میں اجلاس عام طلب کیا۔ سب صحابہ آگئے تو آپؐ نے امانت و دیانت اور رزق حلال کے موضوع پر ایک مؤثر تقریر کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی سرکاری افسر یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ چیزیں لوگوں نے اسے تحفہ میں دی ہیں۔ یہ تحائف انہیں محض اس لئے ملے کہ وہ حاکم تھے۔ آج انہیں ملازمت سے نکال کر گھر بٹھا دیا جائے تو پھر دیکھیں گے کہ لوگ انہیں تحفے کس طرح دینے آتے ہیں!

اور اس شخص کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔

دوستو! آج ہمارا معاشرہ اسی قسم کی صورتِ حال سے دوچار ہے۔ رشوت اور بدعنوانی سرکاری ملازمت کا لازمہ سا بن کر رہ گئی ہیں۔ تحفہ تحائف والی بات تو بہت معمولی ہے اسے تو یار لوگ ناجائز سمجھتے ہی نہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اس واقعہ کو ذہن میں رکھیں اور عملی زندگی میں اس سے رہنمائی حاصل کریں۔

۱۔ صحیح بخاری، باب ہدایا العمال

گیارہواں باب

حضورؐ کا مزاح

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں سے ہنسی اور دل لگی کی باتیں بھی کرتے۔ ہلکی پھلکی گفتگو سے مزاح پیدا کر کے خود بھی لطف اندوز ہوتے اور دوسرے صحابہ بھی شگفتگی محسوس کرتے۔ یہاں اس بات کا خیال رہے کہ نبیؐ پاکؐ نے سنجیدہ قسم کے مذاق اور کسی کا دل دُکھانے والے طنز سے منع فرمایا ہے۔ اور خود بھی اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ کسی کی دلآزاری نہ ہو۔

یہاں پر حضورؐ کے مزاح کے چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱)

اونٹ نہیں، اونٹنی کا بچہ

ایک دفعہ ایک غریب شخص حضورؐ کے پاس آیا۔ عرض کی یا رسول اللہؐ محنت مزدوری کرتا ہوں، سواری اور باربرداری کے لئے کوئی جانور نہیں اکثر اوقات پشت پر بھاری بوجھ اُٹھا کر چلنا پڑتا ہے۔ جس کی ہمت نہیں رہی، لہٰذا مہربانی فرما کر بیت المال سے مجھے ایک اونٹ عنایت کیا جائے۔ تاکہ روزی کمانے میں کچھ آسانی ہو۔ حضورؐ نے اس کی یہ داستان سن کر فرمایا کہ ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے۔

بیچارہ بھولا آدمی تھا۔ یہ سُن کر پریشان ہو گیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں بچہ لے کر کیا کروں گا مجھے تو پلا ہوا اونٹ چاہیئے، تاکہ میرے کسی کام آسکے۔ حضورؐ نے تبسم کیا اور فرمایا "کیا اونٹ اونٹنی کا بچہ نہیں ہوتا" ۱

(۲)

بوڑھوں کا جنت میں کیا کام؟

مدینہ میں مسجد نبوی کے پاس ایک بڑھیا رہا کرتی تھی۔ روزے نماز کا پورا خیال رکھتی، لیکن وہم سا رہتا کہ کہیں یہ ساری محنت یونہی نہ چلی جائے اور وہ جنت سے محروم رہے۔ چنانچہ ایک روز حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! خدا کے حضور دعا کریں کہ مجھے جنّت نصیب ہو۔

حضورؐ اس کی وہمی طبیعت سے محظوظ ہوئے اور مزاحاً فرمایا "بڑی بی! کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جا سکتی" یہ سُن کر بے چاری بہت پریشان ہوئی اور روتی ہوئی اُٹھ کر جانے لگی تو واپس بلا کر بڑی شفقت سے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بڑھاپے کے ساتھ کسی کو جنت میں نہیں لے جائیں گے۔ بلکہ وہاں جانے سے پہلے انہیں جوانی سے سرفراز فرمائیں گے! ۲

(۳)

آپ تو گٹھلیاں بھی کھا گئے

ایک دفعہ مجلس جمی تھی، حضرت علیؓ کے علاوہ اور کئی صحابہ حضورؐ کی خدمت

۱۔ شمائل ترمذی، ۲۔ شمائل ترمذی۔

میں حاضر تھے۔ حاضرین کی تواضع کے لئے کچھ کھجوریں پیش کی گئیں، حضرت علیؓ حضورؐ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ حضورؐ کھجوریں کھاتے جاتے اور گٹھلیاں حضرت علیؓ کے آگے رکھتے جاتے۔ مجلس برخاست ہونے لگی تو حضورؐ نے حضرت علی کے سامنے گٹھلیوں کی ڈھیری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، "علیؓ آپ تو سب سے زیادہ کھجوریں کھا گئے"۔ حضرت علیؓ بھی حاضر جوابی میں کچھ کم نہ تھے۔ حضورؐ کے سامنے خالی جگہ کی طرف اشارہ کرکے عرض کی: "یارسول اللہؐ! میں نے گٹھلیوں سمیت نہیں کھائیں" یعنی آپؐ تو گٹھلیاں بھی کھا گئے۔

(۴)

بھلا بوجھو تو، میں کون؟

مدینہ کے نواح میں حضورؐ کے ایک دوست رہتے تھے۔ نام کے بارے میں اختلاف ہے تاریخ کی کچھ کتابوں میں زاہر لکھا ہے اور بعض میں زہیر آتا ہے۔ نہایت سیدھے سادھے محنتی انسان تھے اور حضورؐ کو ان کی عادات اس قدر پسند تھیں کہ بے تکلفی ہو گئی تھی۔ زہیر دیہات میں حضورؐ کے کاموں کا خیال رکھتے جب کہ حضورؐ شہر سے متعلق ان کے کام کر دیتے۔ یہی نہیں بلکہ مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ دیہات میں زہیر ہمارا گماشتہ ہے اور شہر میں ہم اس کے گماشتہ ہیں۔

ایک روز زہیر دیہات سے کچھ سبزیاں اور غلہ لائے اور مدینہ کے بازار میں بیچنا شروع کر دیا۔ حضورؐ کا ادھر سے گذر ہوا تو پیچھے سے جاکر چپکے سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور پوچھا "بھلا بوجھو تو میں کون ہوں" زہیر نے ایک دو بے تکلف دوستوں کے نام لئے۔ اُس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ حضورؐ اس کے ساتھ اس قدر شفقت فرما سکتے ہیں۔ چنانچہ جب معلوم ہوا تو بے اختیار حضورؐ سے لپٹ گئے۔ پھر حضورؐ نے مزاحاً کہا "ہے کوئی اس غلام کا خریدار" زہیر نے عرض کی۔ "یارسول اللہ! اس ناکارہ غلام کو کون خریدے گا۔

یہ تو سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔

حضورؐ نے فوراً ٹوکا۔ فرمایا زہیر واللہ تم خدا کے نزدیک نکمے اور ناکارہ نہیں ہو۔" ظاہر ہے سرکار دو جہاںؐ کا عزیز دوست، ناکارہ کیونکر ہونے لگا!

(۵)

حضورؐ کا قہقہہ

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ ہنسی مذاق اور دل لگی کی بات پر صرف تبسم فرماتے۔ تاہم سیرت کی کتابوں میں کم از کم ایک ایسے موقع کا بھی ذکر ملتا ہے

۱۔ شمائل ترمذی

جب آپؐ کھل کر ہنسے کہ دانتوں کی نوکیں دکھائی دینے لگیں۔ اس واقعہ کا تعلق غزوۂ خندق سے ہے۔

کفار کی فوج کا ایک سپاہی ایک صحابی حضرت سعدؓ کے مقابلے میں آیا۔ حضرت سعدؓ تاک کر تیر پھینکتے تھے لیکن وُہ بڑی پھرتی سے اُسے ڈھال پر لے لیتا حضرت سعدؓ ماہر نشانہ باز تھے لیکن مخالف سپاہی کی مہارت بھی کچھ کم نہ تھی۔ اس نے اس قدر پینترے بدلے کہ صحابیٔ رسولؐ زِچ ہو گئے۔ حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور دیگر صحابہ بھی یہ منظر بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ آخر کار حضرت سعدؓ نے ایسا تاک کر تیر مارا کہ سیدھا دشمن کی پیشانی میں جا کر لگا۔ ضرب اس قدر کاری تھی کہ وُہ چکرا کر گرا اور ٹانگیں اوپر اٹھ گئیں اس کی یہ درگت دیکھ کر حضورؐ خوب ہنسے اور حضرت سعدؓ کو شاباش دی۔[۱]

(۶)

رقم بھی تمہاری، اونٹ بھی تمہارا

حضرت جابرؓ حضورؐ کے ایک بے تکلّف دوست تھے۔ طبیعت میں قدرے غصّہ اور جھنجھلاہٹ تھی۔ سواری کے لئے ایک بوڑھا اور کمزور سا اونٹ رکھ چھوڑا تھا۔ جو سفر میں ان کے لئے اکثر پریشانی کا سبب بنتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضورؐ کے ہم سفر تھے اور اونٹ انہیں مسلسل پریشان کر رہا تھا۔ ایسے میں ان کی

۱۔ شمائل ترمذی

جھنجھلاہٹ دیکھنے کے لائق تھی۔ حضورؐ کو مذاق جو سوجھا تو اپنے اوپر سنجیدگی طاری کر لی، مبادا جابرؓ یہ سمجھیں کہ آپؐ مذاق فرما رہے ہیں۔ پوچھا جابرؓ اونٹ بیچو گے۔ جابرؓ نے جواب دیا "ضرور، یا رسول اللہ لیکن اس شرط پر کہ مدینہ پہنچ کر آپؐ کے سپرد کروں گا۔ حضورؐ نے قیمت پوچھی تو جابرؓ بولے آپؐ جو دیں گے لے لوں گا، حضورؐ نے مزاحاً فرمایا تو پھر ایک درہم کافی رہے گا۔ جابرؓ سٹپٹا گئے۔ عرض کی یا رسول اللہؐ آپؐ مجھے لوٹنا چاہتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا۔ چلو پھر دو درہم لے لو۔ جابرؓ نہ مانے۔ حضورؐ مذاق ہی مذاق میں دام بڑھاتے گئے۔ آخرکار حضرت جابرؓ چالیس درہم پر رضامند ہو گئے۔ یوں ہنسی خوشی سفر کٹا اور قافلہ مدینہ پہنچ گیا۔

مدینہ پہنچ کر حضورؐ کے ذہن سے یہ بات اتر گئی۔ لیکن حضرت جابرؓ تو اپنی طرف سے سودا چکا بیٹھے تھے۔ اگلے روز اپنا مریل سا اونٹ لئے حضورؐ کے پاس جا پہنچے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہؐ! اپنی امانت لیں اور مجھے چالیس درہم دے دیں۔ حضورؐ، حضرت جابر کی سادگی سے بہت محظوظ ہوئے۔ تاہم اسی وقت قیمت ادا کر دی اور اونٹ بھی حضرت جابرؓ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے میری طرف سے ہدیہ رکھ لو۔ حضورؐ کی طرف سے تحفہ پانے کے بعد حضرت جابرؓ نے اس اونٹ کی تواضع کی۔ اس سے کام لینا چھوڑ دیا۔ اچھی خوراک اور آرام کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوب تازہ اور صحت مند ہو گیا۔ اور آخری دم تک حضرت جابرؓ کے

پاس رہا۔

⑦

بدّو کا بھولپن

حضورؐ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔ مدینہ سے باہر کے بھی کچھ لوگ حاضر تھے۔ جنّت، دوزخ اور مرنے کے بعد کی زندگی پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اور حضورؐ فرما رہے تھے کہ جنّت میں انسان کی ہر خواہش پوری ہو گی۔ مثال کے طور پر بیان فرمایا کہ مرنے کے بعد ایک نیک شخص جنّت میں گیا۔ خداوند کریم کے حضور عرض کی کہ میں جنّت میں کھیتی باڑی کروں گا۔ مگر چاہتا ہوں کہ انتظار نہ کرنا پڑے۔ ادھر بیج بوؤں، اُدھر فصل پک کر تیار ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ خواہش قبول کر لی۔

جس وقت حضورؐ یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے، ایک بدو بھی مجلس میں موجود تھا۔ بات ختم ہوئی تو سرد آہ بھر کر کہنے لگا کہ یہ نعمت اور سہولت تو صرف مکہ اور مدینہ کے لوگوں کو ہی نصیب ہو گی۔

رسالتمآبؐ چونکے اور پوچھا آخر کیوں؟

بدو بڑی سادگی سے بولا کیونکہ یہی لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور ہم تو اس سے واقف ہی نہیں۔ حضور اس کی سادگی اور بھولپن سے بہت محظوظ ہوئے![1]

۱۔ ماخذ: نقوش، رسولؐ نمبر۔ جلد سوم، ص ۱۲۱

بارہواں باب

محنت کی عظمت

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محنت ومشقت کی زندگی بسر کی۔ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے ۔ کپڑا پھٹ جاتا تو خود سی لیتے۔ جوتے کی مرمت خود کر لیتے ۔ گھر کے کام میں ازواجِ مطہرات کا ہاتھ بٹاتے لونڈیوں اور غلاموں کے کام آنے کو بھی عار نہیں سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام کے ساتھ کہیں جانا ہوتا تو خدمت کا کوئی نہ کوئی کام اپنے ذمّے ضرور لے لیتے تھے۔

حدیث مبارک ہے:۔

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ (ترجمہ) ہنرمند اللہ کا دوست ہے۔

(۱)

حضورؐ نے لکڑیاں چنیں

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؐ چند دوستوں کے ہمراہ ایک سفر پر تشریف لے گئے ۔ شام ہوئی تو بھوک چمک اٹھی۔ قریب ہی صحرا میں ایک گڈریا بھیڑیں چرا رہا تھا۔ ایک صحابی گئے اور گڈریے سے ایک بھیڑ خرید لائے ۔ دوسرے

نے کہا کہ میں اسے ذبح کرلیتا ہوں۔ تیسرے بولے کہ میں کھال اتاروں گا۔ چوتھے صحابی نے گوشت پکانے اور کھانا تیار کرنے کی حامی بھر لی۔ غرض سب ساتھیوں نے خوشی خوشی کوئی نہ کوئی کام اپنے ذمہ لے لیا۔ دراصل انہیں تو پیارے رسولؐ کی خدمت کا موقع ملا تھا۔ اور وہ اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ لیکن رسولِ خداؐ کو یہ پسند نہ تھا کہ اور لوگ تو کام میں مصروف ہوں اور وُہ خود آرام سے بیٹھے رہیں۔ چنانچہ جب سب نے ایک ایک کام اپنے ذمّے لے لیا تو حضورؐ نے کہا کہ میں جلانے کے لئے خشک لکڑیاں اکٹھی کروں گا۔

صحابہ نے بہت اصرار کیا کہ یہ کام بھی وُہ کر لیں گے اور حضورؐ آرام فرمائیں۔ لیکن آپؐ نے فرمایا "میں لکڑیاں ضرور لاؤں گا۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ سب تو کام کریں اور میں کوئی مدد نہ کروں۔"

چنانچہ آپؐ لکڑیاں لائے اور کھانا تیار کرنے میں ساتھیوں کی مدد کی۔

(۲)

حضورؐ نے پتھر توڑے

مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان لڑی جانے والی جنگوں میں غزوہ خندق کو خاص اہمیّت حاصل ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے کھلے میدان میں مقابلہ

لہ صحیح بخاری

کرنے کی بجائے مدینہ کے گرد گہری کھائی یا خندق کھود لی۔ اور شہر کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ خندق کھودنے میں سب مسلمانوں نے حصّہ لیا جن میں حضورؐ بھی شامل تھے۔ صحابہ نے بہت چاہا کہ حضورؐ مشقت کے اس کام میں حصّہ نہ لیں۔ لیکن آپؐ نہ مانے اور سب کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے۔ قحط کا زمانہ تھا۔ بعض دفعہ صحابہ کو کئی کئی دن کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ بھوک تنگ کرتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ کھدائی جاری تھی کہ بڑا سا پتھر راہ میں حائل ہو گیا۔ ٹوٹتا تھا، نہ راہ سے ہٹتا تھا۔ کام بند ہو گیا تو صحابہ نے حضورؐ کو آگاہ کیا۔ چنانچہ آپؐ نے خود کدال لے کر اس پتھر کو توڑنا شروع کر دیا۔ یہ سخت مشقت کا کام تھا۔ حضورؐ پسینے میں شرابور ہو گئے۔ لیکن پتھر کو ریزہ ریزہ کر کے ہی دم لیا۔!

(۳)

غریب انصاری

مدینہ میں ایک انصاری رہتا تھا، بے حد غریب، کوئی ساز و سامان تھا نہ کوئی جائداد۔ یوں توں کر کے گذر کر رہا تھا۔ بہت لاچار ہوا تو ایک دن رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدد کی درخواست کی۔ حضورؐ نے اس کی بپتا سنی

ا۔ صحیح بخاری۔

تو فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی چیز تو ہوگی۔ انصاری نے عرض کی۔ یارسول اللہؐ صرف ٹاٹ کا ایک ٹکڑا ہے اور ایک پیالہ۔ یہی میری کل کائنات ہے۔ ٹاٹ کبھی فرش پہ بچھا لیتا ہوں، کبھی اوڑھ لیتا ہوں اور پیالہ پانی پینے کے کام آتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ دونوں چیزیں لے آؤ۔

انصاری دونوں چیزیں لے آیا تو حضورؐ نے صحابہ سے پوچھا کہ اس ٹاٹ اور پیالے کو کون خریدتا ہے۔ ایک صحابی نے دو درہم میں یہ چیزیں خریدلیں۔ حضورؐ نے رقم انصاری کے سپرد کی اور فرمایا ایک درہم کا کھانے پینے کا سامان لے کر گھر چھوڑ آؤ اور ایک درہم کی ایک رسی اور کلہاڑی خرید لو۔ کل سے جنگل میں جاؤ، لکڑیاں کاٹو اور فروخت کر کے گذارہ چلاؤ۔ انصاری چلا گیا۔ کچھ روز بعد دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بتایا کہ وہ آپؐ کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کر رہا ہے۔ اب نہ صرف گذارہ خوب چل رہا ہے بلکہ اس نے کچھ رقم بچت کر کے جمع بھی کر لی ہے۔

(۴)

ایک اونٹ تین سوار

جنگ بدر کے موقعہ پر مسلمانوں کے پاس مال و اسباب کی سخت کمی تھی سواری کے لئے پورے جانور تک نہ تھے۔ تین آدمیوں کے حصے میں ایک اونٹ آتا تھا۔

تین تین کے گروپ بننے لگے تو حضورؐ بھی ایک میں شامل ہو گئے۔ صحابہ نے بہتیرا چاہا کہ حضورؐ اکیلے ہی ایک اونٹ لے لیں۔ لیکن آپؐ نے قبول نہ فرمایا۔

لشکر روانہ ہوا۔ تو رسالتمآب کے دونوں ساتھیوں نے اصرار کیا کہ آپؐ اونٹ پر سوار ہو جائیں اور وہ ساتھ پیدل چلنے کو سعادت سمجھیں گے۔ لیکن رحمۃ للعالمینؐ نے بڑی ملائمت سے منع کر دیا اور فرمایا۔ تم لوگ مجھ سے زیادہ نہیں چل سکتے۔ یوں اپنی باری پر سوار ہوتے اور پیدل چلتے میدانِ بدر تک پہنچے۔

عزیزو دوستو! کیا کوئی آج کا سپہ سالار اور حاکم ایسی مثال قائم کر سکتا ہے؟ یقیناً نہیں!

۵

تعمیر مسجد میں شقہ

مسلمانوں کی مذہبی اور معاشرتی زندگی میں مسجد کو نہایت اہم حیثیت حاصل ہے حضورؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو سب سے پہلے ایک مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ دی۔ اور اس مقصد کے لئے اپنی رہائش کے پاس ہی ایک مناسب سا قطعہ اراضی حاصل کر لیا۔

تعمیر شروع ہوئی تو سبھی نے نہایت ذوق و شوق کا مظاہرہ کیا۔ دوسرے صحابہ کے ساتھ ساتھ حضورؐ خود بھی اینٹیں، پتھر اور تعمیر کا دوسرا سامان اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے۔ صحابہ کو یہ کچھ عجیب سا لگا کہ ان کے ہوتے ہوئے آپؐ مشقت اٹھائیں، چنانچہ عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ اطمینان سے تشریف رکھیں، ہم سارا کام کرلیں گے۔ لیکن حضورؐ نے منظور نہ فرمایا اور کہا کہ مسجد کی تعمیر میں حصّہ تو کسی خوش نصیب کو ملتا ہے۔ مزید فرمایا، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ سب لوگ کام کریں اور میں فارغ بیٹھا رہوں۔ مجھے بھی اپنے ساتھ شامل رہنے دو۔

سبحان اللہ! محنت کی عظمت اور مساوات کا اس سے بڑھ کر عملی درس اور کیا ہوسکتا ہے۔

تیرہواں باب

معذوروں سے خصوصی شفقت

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم معذوروں سے خصوصی شفقت فرماتے انکی کسی بات کا بُرا نہ مناتے۔ زمانہ جاہلیت میں انہیں حقیر خیال کیا جاتا تھا اور شرفا ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا معیوب سمجھتے تھے۔ حضور سرورِ کائناتؐ نے مصیبت کے مارے اس طبقے کو معاشرہ میں اعلیٰ مقام دیا۔ ان میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کیا۔ اور معاشی طور پر خود کفیل کر کے انہیں معاشرہ کا معزز رکن بنا دیا۔ ذیل میں معذوروں کے ساتھ حضورؐ کے حُسنِ سلوک کے کچھ واقعات دیئے جا رہے ہیں۔

(۱)

پاگل لڑکی

مدینہ میں ایک لڑکی رہتی تھی۔ ذہنی طور پر معذور ہونے کی وجہ سے عجیب وغریب حرکتیں کرتی، سارا دن شہر کی گلیوں میں گھومتی۔ کبھی تو دنوں خاموش رہتی اور کبھی مسلسل واویلا کرتی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ حضورؐ صحابہ کے ساتھ مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے کہ وہ آن پہنچی۔ آتے ہی رسالتمآبؐ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی اور کوئی کام کہا۔ حضورؐ لڑکی کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آئے۔ سر پہ ہاتھ

پھیرا اور فرمایا "بی بی میں تمہارا کام ضرور کروں گا" چنانچہ آپ اس کے ساتھ گئے اور حاجت روائی فرمائی۔[1]

(۲)

عبداللہ ابن اُمّ مکتوم

عبداللہ ابن امّ مکتوم حضرت خدیجہؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ نابینا تھے۔ تعلیم کا بہت شوق تھا۔ ایک دن حرم میں حضورؐ مکہ کے سرداروں کو دین اسلام کی تبلیغ فرما رہے تھے کہ ابن امّ مکتوم بھی ایک شخص کے ہمراہ آن پہنچے اور آتے ہی بڑی بے صبری سے کہا یا رسول اللہؐ! خدا کے عطا کردہ علم میں سے مجھے بھی سکھایئے۔ چونکہ آپؐ دوسروں سے مخاطب تھے، چنانچہ نابینا کے ساتھی کو اشارے سے سمجھایا۔ اس نے ابن امّ مکتوم کو خاموش رہنے کے لئے کہا۔ مگر وہ نہ ملنے اور پھر سے گفتگو میں مداخلت کی۔ اس پہ حضورؐ نے منہ دوسری طرف کر کے دیگر حاضرین سے گفتگو جاری رکھی۔ آپؐ کا خیال تھا کہ شاید قریشی سرداروں میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔

حضورؐ رسالتمآبؐ نے ابن امّ مکتوم کو نہ توجھڑکا اور نہ ہی براہِ راست خاموش ہونے کو کہا بلکہ اس کے ساتھی کو اشارے سے سمجھایا اور خود بات ختم کرکے توجہ فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن اس پہ وحی نازل ہوئی اور یہ واقعہ

۱۔ ماخذ: نقوش، رسول نمبر جلد سوم، ص ۲۲۶

قرآن حکیم کی سورۂ عبس کا شانِ نزول بنا۔ جس میں حضورؐ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا گیا۔

حضور رسالتمآب کی نیت کا اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی علم تھا۔ اور حضور سرورِ کائنات سے کسی قسم کی کوتاہی (نعوذ باللہ) کے سرزد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس وحی کا مقصد معذور انسانوں کے دلوں میں خود اعتمادی بحال کرنا اور معاشرے کو انسانی مساوات کا درس دینا ہے۔ یہی ابن اُمِّ مکتوم جلیل القدر صحابی بنے۔ مؤذّن مقرر ہوئے اور حضورؐ جنگ میں شرکت کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو انہیں شہر میں اپنا نائب مقرر فرماتے جو دیگر ذمہ داریوں کے علاوہ حضورؐ کی جگہ امامت بھی کراتے۔[۱]

(۳)

بصیر کی عیادت

احادیث کی کتابوں میں ایک اور نابینا شخص کا ذکر ملتا ہے۔ نام بصیر تھا۔ اور انصار کے ایک قبیلے بنی واقف سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک دفعہ بیمار پڑ گئے تو حضورؐ کئی صحابہ سمیت ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق معذوروں کو حقیر مخلوق نہ سمجھیں،

۱۔ ماخذ۔ نقوش رسول نمبر ج ۳ ص ۸۶ - ۴۸۱

معذوروں میں تنہائی کا احساس پیدا نہ ہو۔ بلکہ وُہ سمجھیں کہ ان کے بھائی بند ان میں دلچسپی لیتے ہیں اور انہیں معاشرے کا باعزت رکن خیال کرتے ہیں۔

(۴)

آپؐ کو تو نظر آتا ہے

ہمارے ہاں معذوروں سے ہمدردی کا رواج ہے۔ ہم ان پر ترس کھاتے ہیں ایسا کر کے بزعم خود تو ہم نیکی کر رہے ہوتے ہیں لیکن ان لوگوں پہ اس کا اثر بُرا پڑتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ناکارہ اور معاشرے کا بوجھ خیال کرنے لگتے ہیں، ان کے ذہنوں میں ایک طرح کا احساس جُرم پیدا ہوتا ہے اور وہ معاشرے سے کٹ کر رہ جاتے ہیں۔

حضور سرورِ کائناتؐ نے اس بات کا خاص طور پہ خیال رکھا کہ یہ لوگ پُر اعتماد ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں گھُل مل کر رہیں۔ انہیں تنہائی کا احساس نہ ہو۔ چنانچہ ابن اُمِّ مکتوم نے معذوری کے سبب گھر پہ نماز پڑھنے کی اجازت مانگی، تو حضورؐ نہ مانے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کا لوگوں سے ملنا جلنا اور تعلق قائم رہے۔ اسی طرح یہ صاحب ایک روز حضورؐ کے گھر آئے تو آپؐ نے حضرت میمونہؓ اور امّ سلمہؓ کو پردہ کرنے کے لئے کہا۔ اس پہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ تو نابینا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا بیشک، لیکن تمہیں تو

نظر آتا ہے۔

گویا کہ ایک نابینا شخص کی عزت نفس کا خیال رکھا گیا۔

(۵)

بن لڑے غازی

۹ھ میں تبوک کی مہم پیش آئی۔ اسلامی لشکر کامیاب لوٹا۔ سبھی خوش کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کیا۔ حضورؐ بھی ہمراہ تھے۔ مدینہ پر نظر پڑی تو فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے نہ تو لشکر میں شرکت کی، نہ منزلیں طے کیں۔ مدینہ ہی میں رہے مگر پھر بھی وہ غازیوں کے ساتھی ہیں۔ صحابہ کو تجسس ہوا کہ آخر وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ پوچھا تو رسول اللہؐ نے فرمایا وہ معذور لوگ ہیں جو جذبۂ جہاد رکھنے کے باوجود عذر کی بنا پر شریک نہ ہو سکے۔

سبحان اللہ۔ کیا کوئی اور دین معذوروں کو یہ مقام و مرتبہ عطا کر سکتا ہے؟ یقیناً نہیں، یہ اعزاز صرف اور صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔

(۶)

بلالؓ کی لکنت

حضرت بلالؓ حبشہ کے باشندے تھے۔ مکہ کے ایک قریشی سردار کے

۱۔ حضورؐ کی ازواج مطہرات۔

پاس ملازم تھے۔ اسلام قبول کیا تو مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ظالم مالک نے دیگر اذیتوں کے علاوہ آپ کی زبان کو بھی نقصان پہنچایا تاکہ انہیں اللہ اور اسکے رسولؐ کا نام لینے سے باز رکھ سکے۔ لیکن یہ سب تدبیریں بے کار گئیں۔ حضرت بلالؓ نہ صرف اسلام پر کاربند رہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ پختہ ہو گئے۔

تاہم جسمانی اذیتوں کا اثر عمر بھر رہا۔ عرصہ تک بولنے سے قاصر رہے۔ بعد میں زبان چل تو پڑی، لیکن تتلاہٹ عمر بھر برقرار رہی۔ یہ ایک طرح سے نیم معذوری کی حالت تھی۔ بات کی ادائیگی اور سمجھانے میں دشواری محسوس ہوتی تھی۔

نبی کریمؐ حضرت بلال کو بے حد عزیز رکھتے تھے۔ انہیں مسجد نبوی کا مؤذن مقرر فرمایا۔ زبان میں لکنت کے سبب اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ کے الفاظ صحیح طور پر ادا نہ کر سکتے تھے۔ "ش" کی بجائے "س" بولتے۔ کچھ صحابہؓ نے کسی اور صحیح زبان شخص کو مؤذن مقرر کرنے کی تجویز پیش کی تو حضورؐ نے یہ کہتے ہوئے رد فرما دی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو بلالؓ کی 'غلط زبان' ہی پسند ہے۔



دِل کا اندھا

رحمۃ للعالمینؐ کا یہ رویہ صرف مسلمان معذوروں کے ساتھ ہی نہیں تھا بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی محبت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ غزوہ احد میں

شرکت کے لئے روانہ ہوئے ، اسلامی سپاہ کا ایک دستہ ہمراہ تھا۔ دفاعی نقطۂ نظر سے آپؐ اپنی روانگی کو پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ عام گذرگاہ کی بجائے مدینہ کے محلہ بنی حارثہ سے ہو کر گذرے ۔ یہ منافقوں کی بستی تھی اور المرجع بن قنیظی نام کا ایک دشمنِ رسولؐ بھی وہاں رہتا تھا ۔ یہ شخص نابینا تھا، لیکن اسلام کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا۔

اس نے آواز سے حضورؐ کو پہچان لیا اور لگا واہی تباہی بکنے ۔ صحابہ کو اس کی بدتمیزی پر سخت غصہ آیا۔ چنانچہ پکڑ کر سزا دینا چاہی۔ حضورؐ نے منع فرمادیا اور کہا کہ اسے کچھ نہ کہو یہ صرف آنکھ ہی نہیں بلکہ دل کا بھی اندھا ہے ۔[۱]

۱۔ تاریخ طبری، جلد دوم صفحہ ۱۹۲

چودھواں باب

جانوروں سے ہمدردی

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جانوروں سے بھی بہت ہمدردی اور محبّت سے پیش آتے تھے اس سلسلہ میں سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں کئی واقعات ملتے ہیں۔ چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے۔

(۱)

فاختہ اور اُس کے بچّے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؐ کسی غزوہ میں شرکت کے لئے جارہے تھے۔ کہ ایک شخص نے رومال میں لپٹی ہوئی کوئی چیز آپؐ کی خدمت میں پیش کی۔ حضورؐ نے گرہ کھولی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک فاختہ اپنے بچوں کو پروں کے نیچے سمیٹے بیٹھی ہے۔ پوچھنے پر اس شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! میں جنگل سے گذر رہا تھا کہ ایک جھاڑی میں ان بچوں کو دیکھا مجھے اچھے لگے، تو رومال میں ڈال کر چلتا بنا۔ ابھی زیادہ دُور نہیں گیا تھا کہ سر پر کسی پرندے کی پھڑپھڑاہٹ اور چیخنے کی آوازیں سنیں۔ اوپر دیکھا تو بچوں کی ماں فاختہ

بے چینی سے چکر کاٹ رہی تھی ۔ میں نے رومال زمین پر پھیلایا تو وہ بھی بچوں کے پاس آکر بیٹھ گئی ۔ چنانچہ میں نے سب کو لپیٹا اور آپؐ کے پاس لے آیا ۔

یہ سُن کر حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے ۔ اس شخص سے فرمایا کہ ان معصوم پرندوں کو بے گھر کر کے تم نے کوئی اچھی بات نہیں کی اور حکم دیا کہ انہیں اسی وقت گھونسلے میں واپس رکھ کر آؤ۔[1]

(۲)

بوڑھا اُونٹ

ایک دفعہ حضرت رسولِ اکرمؐ مدینہ کی ایک گلی میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک طرف سے شور اٹھا ، حضورؐ نے دیکھا کہ ایک اونٹ بھاگا آرہا ہے اور پیچھے کچھ لوگ ہیں ۔ رسول اللہ رُکے ہی تھے کہ اُونٹ آپؐ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا ۔ آپؐ نے شفقت سے اس کی پُشت پر ہاتھ پھیرا ۔ اتنے میں وہ لوگ بھی پہنچ گئے جو اُسے پکڑنا چاہتے تھے ۔ آپؐ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ اونٹ بہت بوڑھا ہو چکا ہے اور کام کاج کے قابل نہیں رہا ، چنانچہ اب وہ اُسے ذبح کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ بات کر رہے تھے تو اونٹ رحمتِ دو عالمؐ کو عجیب بے بسی سے دیکھ رہا تھا ۔ اس پر حضورؐ کو

۱۔ صحیح بخاری

رحم آگیا۔ مالکوں سے فرمایا کہ اس اونٹ نے لمبے عرصے تک آپ لوگوں کی خدمت کی ہے۔ اب اگر وُہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہے تو آپ بھی اس کی تھوڑی سی خدمت کر دیں۔ ان لوگوں نے حضورؐ کی بات مان لی اور اونٹ کو آزاد کر کے چرنے کے لئے کھُلا چھوڑ دیا۔[۱]

(۳)

کُتیا اور اُس کے بچے

جانوروں سے شفقت کے معاملہ میں حضورؐ پالتو اور آوارہ کی تمیز نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی مہم پر جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کتیا کو دیکھا کہ مزے سے لیٹی بچوں کو دودھ پلا رہی ہے۔ حضورؐ کو انکے آرام کا اس قدر احساس ہُوا کہ فوجیوں کو راستہ چھوڑ کر گذرنے کا حکم دیا۔ یہی نہیں بلکہ ایک سپاہی کو وہاں کھڑا کر دیا تاکہ پیچھے آنے والوں کو بھی ادھر نہ جانے دے، مبادا جانوروں کے آرام میں خلل آئے۔

(۴)

پیاسا کُتا

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نہ صرف خود جانوروں پر شفقت

۱۔ ابوداؤد۔ کتاب الجہاد

فرماتے بلکہ صحابہ کو بھی ایسا کرنے کی تلقین کرتے۔ ایک روز صحابہ کی ایک جماعت آپؐ کی خدمت میں موجود تھی۔ انسان کے جذبۂ رحم اور شفقت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ موضوع کی وضاحت کے لئے حضورؐ نے ایک حکایت بیان کی۔ فرمایا کہ ایک شخص جنگل میں چلا جا رہا تھا۔ گرمیوں کا موسم اور دوپہر کا وقت تھا۔ پیاس لگی تو ایک کنوئیں پر پہنچا۔ دیکھا کہ نہ ڈور ہے نہ ڈول۔ پانی تک کیسے پہنچا جائے۔ غرض جوں توں کر کے کنوئیں میں اُترا اور پیاس بجھائی۔ ابھی باہر نکلا ہی تھا کہ دیکھا کہ ایک کتا بھی ہانپتا کانپتا آن پہنچا ہے اور کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ بالشت بھر زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور سخت پیاسا معلوم ہو رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ یہ بھی میری طرح جاندار ہے اور اس کی پیاس بجھائی جائے۔ چنانچہ دوبارہ کنوئیں میں اُترا اور اپنے موزوں میں پانی بھر لایا۔ کتے نے پانی پیا تو جان میں جان آئی اور دُم ہلاتا ہوا ایک طرف کو بھاگ گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ایک جانور کے ساتھ اس شخص کی یہ شفقت اور ہمدردی اس قدر پسند آئی کہ انعام کے طور پر اسے بخش دیا۔ صحابہ بڑی دلچسپی سے قصّہ سُن رہے تھے۔ بات ختم ہوئی تو پوچھا یا رسول اللہ! کیا جانوروں پر بھی رحم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "بیشک"!

اے صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبہائم

(۵)

بڑھیا کی بلّی

اسی طرح آپؐ نے صحابہ کو ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک بڑھیا نے بلّی پال رکھی تھی۔ نہ جانے اُسے کیا وہم ہوگیا تھا کہ معصوم جانور کو ہر وقت باندھے رکھتی۔ اس کی خوراک کا بھی خیال نہیں رکھتی تھی۔ بلّی بھوک سے بے چین ہو کر چیختی چلاتی، لیکن ظالم بڑھیا پر اس کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ یہ ننّھی جان کب تک برداشت کرتی۔ آخر ایک روز اللہ کو پیاری ہوگئی۔ بڑھیا اس ظلم کی پاداش میں سیدھی جہنم میں گئی۔[1]

دوستو! آپ نے دیکھا کہ ہمارے پیارے رسولؐ جانوروں کا کتنا خیال رکھتے تھے۔ بھئی آخر ان میں بھی جان ہوتی ہے۔ ان کے جذبات و احساسات بھی انسانوں کی طرح کے ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض بچے جانوروں کو تنگ کرتے ہیں۔ انہیں مارتے پیٹتے ہیں۔ پرندوں کے انڈے اور بچے گھونسلوں سے نکال کر ضائع کر دیتے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ وہ ایسی حرکت کبھی نہیں کریں گے۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۱۴۵۹

(۶)

بجھاؤ۔ بجھاؤ

ایک دفعہ آپؐ کچھ صحابہؓ کے ہمراہ ایک سفر پر تشریف لے گئے۔ راستے میں ایک جگہ آرام کے لئے رُکے۔ صحابہؓ کھانے پینے کی تیاری کرنے لگے۔ حضورؐ کسی کام کی غرض سے تھوڑی دیر کے لئے کیمپ سے باہر تشریف لے گئے واپس آئے تو دیکھتے ہیں کہ چولھا تیار ہے اور اس میں آگ بھی جلائی جا چکی ہے۔ بغور دیکھا تو پتہ چلا کہ اس جگہ پر چیونٹیوں کا سوراخ تھا جو اب جان بچانے کے لئے بھاگ رہی تھیں۔ کہ کہیں جل کر راکھ نہ ہو جائیں۔ بے زبان مخلوق کو تکلیف میں دیکھ کر رحمۃ للعالمینؐ بے کل ہو گئے اور صحابہؓ کو حکم دیا کہ فوری طور پر آگ بجھا دیں اور چولھا کسی اور جگہ بنائیں!

پندرہواں باب

سادگی اور صفائی

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔معمولی لباس پہنتے ۔نشست عام طور پر زمین پہ ہوتی۔ صحابہ کے ساتھ محفل میں اس انداز سے بیٹھتے کہ باہر سے آنے والوں کو آپؐ کی شناخت مشکل ہو جاتی ۔آپ اسلامی ریاست کے سربراہ تھے۔ لیکن حکمرانوں کے سے جاہ وجلال سے کوسوں دُور۔ دوسرے شہروں یا ملکوں سے وفود آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؐ کی سادگی پہ سخت حیران ہوتے۔ ان کی نگاہ میں تو اپنے بادشاہوں کی شان وشوکت ہوتی تھی۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی دوسرا تھا۔

(۱) شاہی عبا

بعض صحابہ نے ان وفود کی حیرانی کو محسوس کرتے ہوئے سوچا کہ کہیں یہ لوگ مذہب اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہ کرلیں۔ ان صحابہ

کی رائے یہ تھی کہ حضورؐ کو بیرونی وفود سے ملاقات کے وقت عمدہ قسم کا بھاری بھرکم لباس زیب تن کرنا چاہیئے تاکہ ان اجنبی لوگوں پر اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کا رُعب پڑ سکے۔ چنانچہ انہوں نے باہمی مشورے سے کہیں سے ایک شاہی عبا پیدا کر لی۔ اب مسئلہ اسے حضورؐ کی خدمت میں پیش کرنے کا تھا۔ کوئی صحابی بھی یہ جرأت نہیں کر رہا تھا۔ مبادا حضورؐ ناراض ہو جائیں۔ آخر کار سب کے کہنے پر حضرت عمرؓ نے یہ شاہی لباس رسولِ خُدا کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ اسے بیرونی وفود کی آمد پہ زیب تن فرما لیا کریں۔ اور یہ جمعہ کے دن بھی کام آئے گا کہ آپؐ اسے پہن کر خطبہ دے سکتے ہیں۔

ظاہر یہ تجویز پیش کرتے وقت حضرت عمرؓ نے اس زمانہ کے بادشاہوں کے جاہ و جلال اور شان و شوکت کو ذہن میں رکھا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کی غلط فہمی یہ کہہ کر دُور فرما دی کہ مسلمانوں کا پیشوا شاہانہ جاہ و جلال کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہے۔ اور جو شخص اس کو پہنتا ہے۔ آخرت میں اس کا کچھ حصّہ نہیں۔

(۲)

ہمارے لئے آخرت ہی بہتر ہے

حضورؐ کا رہائشی حجرہ مسجدِ نبوی کے صحن کے ساتھ ہی تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا کچا

کمرہ تھا جس میں آپؐ کے روزمرہ استعمال کی چیزیں پڑی رہتیں اور فراغت کے وقت آپؐ وہاں آرام بھی کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ یُوں ہُوا کہ حضورؐ دوپہر کے وقت اپنے حجرہ میں آرام فرما رہے تھے کہ کسی ضروری کام سے حضرت عمرؓ کا وہاں جانا ہوا۔ دیکھا کہ آپؐ ایک چمڑے کے تکیے سے، جس میں کھجور کے پتّے اور چھال بھری ہوئی تھی، ٹیک لگائے، ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ بان اس قدر موٹا اور سخت تھا کہ جسم مبارک پر نشان پڑ گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حجرہ میں ادھر اُدھر نظر دوڑائی لیکن سوائے تین خشک کھالوں کے کوئی سامان نظر نہ آیا۔ ہاں البتہ ایک طرف ایک برتن میں تھوڑے سے جَو ضرور پڑے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ اس قدر متأثر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضورؐ نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کی یا رسول اللہؐ! اس سے زیادہ دکھ کی بات کیا ہو گی کہ بستر نہ ہونے کی وجہ سے آپؐ کے جسم مبارک پر نشان پڑ گئے ہیں۔ اِدھر آپؐ کے گھر میں تو سوائے ان تین عدد خشک کھالوں اور جَو کے مٹھی بھر دانوں کے اور کچھ بھی نہیں، اُدھر قیصر و کسریٰ کو دنیا و جہاں کی تمام نعمتیں میسر ہیں اور وُہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، حضورِ رسالتمآبؐ نے یہ سُن کر تبسم فرمایا اور حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا "اے ابن خطاب! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہم آخرت لیں اور وُہ دنیا" حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ یقیناً ہمارے لئے آخرت ہی بہتر ہے۔

(۳)

صفائی پسندی

حضور سرورِ کائنات ؐ نے خود سادہ زندگی بسر کی اور اپنی اُمّت کو بھی ایسا کرنے کی تلقین کی۔ لیکن صفائی کے معاملہ میں آپؐ بے حد احتیاط فرماتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ صاف ستھرا رہنے کے لئے انسان کا امیر کبیر ہونا ضروری ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ایک غریب آدمی بھی حضورؐ کی اس سُنّت پر آسانی سے عمل کر سکتا ہے۔ بہت مشہور حدیثِ مبارک ہے۔

اَلطَّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ ط

ترجمہ: صفائی ایمان کا حصّہ ہے۔

دراصل صفائی ستھرائی کے سلسلہ میں ہمارے مذہب میں بہت تاکید پائی جاتی ہے۔ کپڑے اور جسم صاف رکھنے کا خاص حکم ہے اور پھر وضو غسل اور طہارت سے اس امر کو یقینی بنایا گیا ہے۔

(۴)

خوفناک شیطان

ایک دن حضور رسالتمآبؐ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا۔ عجیب حلیہ تھا۔ بوسیدہ اور میلے کپڑے، سر اور داڑھی کے بال الجھے

ہونے اور جسم پر میل جمی ہوئی ۔ مسجد میں موجود ہر کوئی اُسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا ۔ حضورؐ نے شفقت سے اُسے پاس بلایا اور حمام میں جا کر نہانے اور بال سنوارنے کے لئے کہا ۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص نہا دھو کر سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھی کر کے دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپؐ نے فرمایا ۔

"کسی خوفناک شیطان کی مانند نظر آنے سے کیا یہ بہتر نہیں ہے ؟"

عزیز بچو ! ممکن ہے آپ میں سے بھی کچھ بچے صفائی کا زیادہ خیال نہ رکھتے ہوں ۔ یہ واقعہ پڑھنے کے بعد ان پر لازم ہے کہ اللہ کے پیارے رسولؐ کے حکم کے مطابق صاف ستھرے رہیں ۔ کھیل کود کا کوئی حرج نہیں ۔ لیکن یہ سب اس طریقے سے ہونا چاہیئے کہ آپ کا جسم اور کپڑے گندے نہ ہوں ۔ اگر گندے ہو جائیں تو فوراً صفائی کر لینی چاہیئے ۔

⑤

مال پر ذات کا حق

اسی طرح ایک اور موقع پر رسولِ خداؐ نے ایک اور مسلمان کو انتہائی خستہ حالت میں دیکھا ۔ ننگے سر ، ننگے پاؤں ۔ کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے اور گندے بھی ، بالوں میں دھول اٹی ہوئی ۔ غرض عجیب حلیہ بنا رکھا تھا ۔

حضورؐ نے نرمی سے اُسے پاس بلایا اور پریشان حالی کا سبب پوچھا۔

وہ شخص کہنے لگا کہ وہ کوئی مفلس و نادار آدمی نہیں ہے۔ اللہ کا دیا بہت کچھ ہے، لیکن وہ سب کچھ راہِ خدا میں خرچ کر دیتا ہے اور خود یوں درویشانہ زندگی بسر کرتا ہے۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بے شک بہت اچھا فعل ہے۔ لیکن تمہارے مال پر تمہاری ذات کا بھی حق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو جن نعمتوں سے نوازا ہے وُہ چاہتا ہے کہ وُہ اُن سے فائدہ بھی اٹھائیں۔"

چنانچہ اس شخص نے حضورؐ کی اس نصیحت کے بعد اپنا طرزِ زندگی بدل لیا۔ اور اس کے لباس و خوراک میں واضح تبدیلی آگئی۔

دوستو: آپ نے دیکھا کہ ہمارا دین زندگی میں توازن کا کس قدر قائل ہے۔ سادگی اور کفایت شعاری اللہ کو یقیناً پسند ہے۔ لیکن ان کا حدود کے اندر رہنا ضروری ہے۔

حدیث مبارک ہے[۱]:

"جب خدا نے تمہیں مال سے نوازا ہے تو اس کے فضل و احسان کا اثر تمہارے جسم سے ظاہر ہونا چاہیئے۔"

۱- ابوداؤد ۔ کتاب اللباس۔

سولہواں باب

اخلاقی رعب

حضورؐ سرکار دو جہاں انتہائی بلند اور پاکیزہ کردار کے مالک تھے۔ دوست، دشمن سبھی آپؐ کی صداقت، امانت اور دیانت کے معترف تھے، کبھی کسی نے آپؐ کے منہ سے کوئی غلط بات نہ سُنی تھی۔ دشمنوں پر بھی ایک طرح کا خوف طاری رہتا تھا کہ آپؐ کہیں ان کے حق میں بد دُعا نہ کر دیں۔ وہ آپؐ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے، لیکن اندر سے ڈرتے تھے کہ کہیں آپؐ کی بد دعا سے کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔

سیرۃ کی کتابوں میں ہمیں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بد ترین دشمن بھی اپنے آپ کو حضورؐ کے سامنے لاچار محسوس کرتے اور اکڑ کر بات نہ کر سکتے تھے۔ ابو جہل کے ساتھ پیش آنے والے کچھ واقعات آپ کی دلچسپی کے لئے درج کئے جا رہے ہیں۔

(۱)

اونٹوں کی قیمت کی ادائیگی

دوستو! اونٹ کو ریگستان کا جہاز کہتے ہیں۔ صحرائی علاقوں میں سواری

اور بار برداری کے لئے بہت مفید جانور ہے۔ قریش مکہ بھی اپنی ضرورت کے مطابق اونٹ پالتے۔ بعض لوگوں کو تو اچھے اچھے جانور جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ ان میں ابو جہل بھی شامل تھا۔ اس کے گلّے میں ایک سے ایک اعلیٰ نسل کا اونٹ موجود رہتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سوداگر کچھ عمدہ قسم کے اونٹ لے کر مکہ آیا۔ ابوجہل کو پتہ چلا تو فوراً اس کے ڈیرے پر پہنچا۔ اونٹ دیکھے، واقعی اعلیٰ نسل کے تھے۔ بہت پسند آئے اور سب خرید لئے۔ خاصی بڑی رقم کا مال تھا۔ اتنے پیسے اس کے پاس موجود نہ تھے۔ کچھ دے دیئے اور باقی کا ادھار کہ لیا کہ چند دنوں میں ادا کر دے گا۔

سوداگر کے باقی ساتھیوں کا بھی مال بک گیا تو واپسی کی تیاری کرنے لگے۔ چنانچہ وہ باقی رقم کی وصولی کے لئے ابوجہل کے ہاں گیا۔ اس نے ٹال دیا کہ کل آنا۔ اگلے روز گیا، تو پھر اگلے دن والی بات، سوداگر بہت پریشان ہوا، ابوجہل رقم دینے پر آمادہ ہی نہ ہوتا تھا، تنگ آکر اُسے ایک ترکیب سوجھی۔ سوچا کہ ابوجہل کو مکہ کے دیگر سرداروں میں رسوا کیا جائے۔ ایک روز سبھی خانہ کعبہ میں جمع تھے تو وہاں جا پہنچا اور لگا فریاد کرنے کہ تمہارا ایک ساتھی مجھ غریب کی رقم مار بیٹھا ہے اور ادائیگی پر تیار نہیں ہوتا۔

وہ سبھی تو ابوجہل کے دوست تھے۔ انہوں نے اُسے کیا کہنا تھا۔ دُور کونے میں حضرت رسولِ اکرمؐ تشریف فرما تھے۔ محض لطف لینے کی غرض سے

کہنے لگے "بھئی ہم اس معاملہ میں بے بس ہیں۔ البتہ سامنے جو شخص بیٹھا ہے وہ تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ سوداگر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بپتا سنائی۔ آپؐ فوراً اُٹھے۔ اور فریادی کے ہمراہ ابوجہل کے گھر کی طرف چل دیئے۔ سرداروں نے دیکھا تو ایک آدمی پیچھے لگا دیا کہ دیکھیں آج محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابوجہل سے کیسے نمٹتے ہیں۔

دروازے پر پہنچ کر حضورؐ نے کنڈی کھٹکھٹائی۔ ابوجہل باہر نکلا، حضورؐ کو دروازے پر کھڑا دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ آنے کا سبب دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس سوداگر کی رقم ادا کرو۔ ابوجہل پر پیغمبرِ خداؐ کا رعب کچھ اس طرح طاری ہوا کہ فوراً اندر گیا اور رقم لاکر سوداگر کے حوالے کر دی۔ قریش کے مخبر نے یہ منظر دیکھا تو حرم کعبہ کی طرف دوڑا اور ساتھیوں کو بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھ کر ابوجہل کا رنگ فق ہو گیا اور اس نے ان کے حکم کی تعمیل بلا چوں وچراں کی۔[۱]

(۲)

سستے داموں اونٹ خریدنے کی سازش

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دن حضورؐ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت

۱۔ سیرۃ ابن ہشام

عمرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ خانہ کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک بدو آیا لگا واویلا کرنے۔ کہ قریش کے لوگو! تمہارے ہاں کون مال تجارت لانے کی جرأت کرے گا۔ تم تو تاجروں کو لوٹ لیتے ہو"

حضورؐ نے شفقت سے پوچھا کہ آخر اس کے ساتھ کیا واقعہ ہوا ہے اور کس قریشی نے اسے لوٹا ہے۔

بدو بولا جناب! اونٹوں کا بیوپاری ہوں۔ گلہ لے کر مکہ آیا تھا کہ قدر دان لوگ ہیں اور چار ٹکے بچ جائیں گے۔ لیکن یہاں تو الٹے لینے کے دینے پڑ گئے۔ ابوجہل نے میرے تین بہترین اونٹ سستے داموں خریدنے کی کوشش کی۔ میرے انکار پر اس نے بجائے مکہ والوں کو کیا پٹی پڑھا دی ہے کہ کوئی بھی اس کی لگائی ہوئی قیمت سے زیادہ دینے پر آمادہ ہی نہیں ہوتا۔ اور اب اگر میں اس قیمت پر بیچ دوں تو میری تو لاگت بھی پوری نہیں ہوگی اور میں برباد ہو جاؤں گا۔

حضورؐ نے یہ رام کہانی سُنی تو فرمایا کہ سب قریش کو تو بُرا نہ کہو۔ تمہاری بتائی ہوئی قیمت پر میں تینوں اونٹ خرید لیتا ہوں۔ بدو نے بخوشی ہاں کر دی۔ اتفاق کی بات کہ ابوجہل بھی حرم کعبہ میں موجود تھا اور دُور بیٹھا سارا ماجرا دیکھ رہا تھا۔ سودا طے کرنے کے بعد حضورؐ سیدھے اس کے پاس تشریف لے گئے اور ڈانٹ کر کہا کہ اگر آئندہ کسی سے ایسی حرکت کی تو میں بُرا پیش آؤں گا۔

ابوجہل کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ چپکا بیٹھا رہا اور اُسے رسالتمآب کے سامنے زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے ساتھیوں کو اس کے رویہ پر بڑی حیرت ہوئی۔ شرم دلانے کے لئے کہنے لگے کہ تم تو شائد محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین قبول کرنے والے ہو۔ ابوجہل بولا "بخدا ایسی تو کوئی بات نہیں لیکن جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس اُٹھ کر آئے تو میں نے دیکھا کہ دو نیزہ بردار ان کے دائیں بائیں کھڑے ہیں اور مجھے محسوس ہوا کہ اگر میں نے ذرا سی بھی غلط حرکت کی تو وہ مجھے جان سے مار دیں گے!

(۳)

یتیم کے ساتھ ناانصافی

مکہ میں ایک شخص رہتا تھا۔ تجارت پیشہ اور نہایت مالدار۔ ابوجہل کے ساتھ اس کی دوستی تھی۔ اس کا ایک چھوٹا سا بیٹا بھی تھا۔ کرنا خدا کا کہ وہ شخص اچانک بیمار پڑ گیا، ہر طرح کا علاج کرایا لیکن مرض بڑھتا گیا۔ آخر اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ تو بیٹے کی طرف دھیان گیا کہ ابھی ناسمجھ ہے کیسے زندگی گذارے گا۔ بہت سوچ بچار کے بعد اس نے اسے اپنے دوست ابوجہل کی سرپرستی میں دینے کا فیصلہ کیا۔ ابوجہل کو بلا کر کہنے لگا کہ میں تو چند دنوں کا مہمان ہوں۔ میرے بعد میرے بیٹے

۱۔ ماخذ۔ سیرت سرورِ عالم از مولانا مودودی

کا خیال رکھنا۔ کچھ روز بعد وہ شخص فوت ہوگیا۔ اس کے بیٹے کے ساتھ ساتھ ساری دولت بھی ابوجہل کے قبضے میں آ گئی۔ کچھ دنوں تک تو ابوجہل نے اس یتیم بچے کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھا، لیکن اچانک نیت بگڑ گئی۔ لڑکے کا خرچہ بند کر دیا اور اس کی جائیداد پر خود عیش کرنے لگا۔ بچہ مجبور اور بے بس تھا۔ سمجھ نہیں آتی تھی کہ اس ظالم شخص سے اپنا حق کس طرح لے ایک روز ابوجہل کسی مجلس میں بیٹھا تھا کہ وہ غریب بھی پھٹے پرانے کپڑے پہنے چلا آیا اور باپ کے پیسوں میں سے کچھ رقم مانگی تاکہ ڈھنگ کے کپڑے بنا سکے اور پیٹ بھر کر کھانا کھا سکے۔ ابوجہل کے دل میں بھلا رحم کہاں۔ چنانچہ اُسے جھڑک دیا اور کہنے لگا چلو بھاگو، میں نے کیا تمہاری ضروریات کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔

مجلس میں موجود کچھ لوگوں کو شرارت سوجھی تو کہنے لگے بھئی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جا کر شکایت کرو وہ تمہاری مدد کریں گے۔ وہ معصوم بھلا کیا سمجھتا۔ سیدھا حضورؐ کے پاس پہنچا اور تمام احوال کہہ سنایا۔ محسنِ انسانیتؐ یتیم کی حق تلفی پر تڑپ اٹھے۔ فوراً بچے کو لے کر ابوجہل کے پاس پہنچے۔ مجلس ابھی تک جمی ہوئی تھی۔ اور وہ بڑھ چڑھ کر اپنے کارناموں کی ڈینگیں مار رہا تھا۔ حضورؐ کو دُور سے آتے دیکھ کر گویا خوفزدہ ہوگیا۔ رنگ فق ہوگیا۔ ایک دم اُٹھ کھڑا ہوا۔ آپؐ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔ یتیم کا حق مارنا بہت

بڑا ظلم ہے۔ اس کا حق اُسے دیدو۔ رسالتمآب[1] کے ان الفاظ نے کچھ ایسا اثر کیا کہ ابو جہل نے بچے کی ضروریات کے لئے فوری رقم دے دی۔ اس کے ساتھی یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ حضورؐ کے اتنے بڑے دشمن نے ان کی بات فوراً کیسے مان لی۔ ابوجہل سے کسی نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھتے ہی مجھ پر عجیب سا خوف طاری ہو گیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اگر میں نے ان کی بات نہ مانی تو کوئی غیر مرئی طاقت مجھے ختم کر دے گی!

عزیز دوستو! یہ طاقت صرف اور صرف حضورؐ کی قوتِ ایمانی تھی۔

۱۔ ماخذ۔ ایضاً

سترھواں باب

معجزات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نبوت کا اعلان کیا اور لوگوں کو قبولِ اسلام کی دعوت دی، تو انہیں کچھ عجیب سا لگا۔ کہ انہیں میں رہنے والا اور بظاہر انہیں جیسا ایک شخص نبی کیسے بن سکتا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق تو نبی کو کوئی ما فوق الفطرت ہستی ہونا چاہیئے تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضورؐ کو جھٹلانا شروع کر دیا اور ان کی بات پر کان نہ دھرتے تھے۔

اب حضورؐ کے اصرار پر انہوں نے کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا کہ بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ مکہ میں پیدا ہونے والا اور اسی شہر کی گلیوں میں ہمارے سامنے جوان ہونے والا آج نبی بن بیٹھا ہے۔ اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ کوئی عجیب واقعہ جو ہم نے کبھی سُنا ہو نہ دیکھا۔

قرآن حکیم کی بہت سی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ کفار اکثر حضورؐ سے اس قسم کے مطالبات کیا کرتے تھے۔ بلکہ کئی دفعہ تو انہوں نے حلف اٹھایا کہ معجزہ دکھانے کی صورت میں ایمان لے آئیں گے۔ لیکن یہ محض بہانہ تھا۔ انہوں

حوالہ کے لئے قرآن حکیم کی سورہ انعام ملاحظہ ہو۔

نے معجزات دیکھنے کے بعد بھی اسلام قبول نہ کیا۔ اور ان کے دلوں پر پڑے ہوئے قفل نہ کھل سکے۔ اس باب میں حضور سرور کائناتؐ کے چند معجزات کا ذکر ہے۔

(۱)

شق القمر

اعلان نبوت کے بعد حضورؐ نے قریش مکہ کو اسلام کی دعوت دی، تو وہ آپ کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ نہ صرف خود آپ کی تعلیمات پر کان نہ دھرتے بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع کرتے۔ حج کے دنوں میں دُور دراز سے لوگ مکہ میں جمع ہوتے۔ حضورؐ موقع غنیمت جانتے ہوئے ان سے ملتے اور انہیں دین اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرتے۔ مخالفین یہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑتے تھے۔ آپؐ کے پیچھے ان لوگوں کے پاس پہنچ جاتے اور انہیں آپؐ کی بات نہ سننے کی تلقین کرتے۔ لیکن آپؐ دشمنوں کی ان حرکتوں کی پرواہ کئے بغیر باہر سے آنے والے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہتے۔

ہجرت سے کوئی پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ حج کے موقعہ پر مکہ میں جشن کا سماں تھا۔ دور و نزدیک سے آنے والے قبائل نے حرم کے گرد و نواح میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ ہر قسم کی مشرکانہ رسوم ادا کی جا رہی تھیں۔ حضورؐ موقعہ

غنیمت جانتے ہوئے زائرین کے خیموں میں تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اس کام سے فارغ ہو کر آپؐ گھر کی طرف آرہے تھے کہ راستے میں ابوجہل اور اس کے ساتھیوں سے ملاقات ہو گئی۔ ابوجہل نے دیکھتے ہی مذاق کے انداز میں کہا "اے محمدؐ ابن عبداللہ تم باہر سے آئے ہوئے لوگوں کو تو چپکے چپکے اپنے دین کی طرف بلاتے ہو لیکن ہمیں کچھ نہیں بتاتے"۔

آپؐ نے فرمایا: "میں تو سب کچھ بتلانے کے لئے تیار ہوں لیکن تم لوگ سنتے ہی نہیں ہو"

ابوجہل کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا "ایسے ہی کیوں کر سنیں۔ کوئی نشانی یا معجزہ دکھاؤ تو بات بھی ہے۔ حرم پاک کے پاس جس وقت اللہ کے رسولؐ اور مشرکوں میں یہ مکالمہ ہو رہا تھا تو رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ آسمان پر چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ابوجہل نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "اگر آپ آسمان پر چمکنے والے چاند کو دو ٹکڑے کر دیں، تو ہم آپ کو سچا نبی مان لیں گے اور آپؐ کا دین قبول کر لیں گے۔

حضورؐ نے آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو اللہ کے حکم سے چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا، جو چند لمحوں بعد پھر سے جڑ گئے۔

ابوجہل اور اس کے ساتھی یہ منظر دیکھ کر بے حد حیران ہوئے چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ معجزہ دیکھنے کے بعد وعدے کے مطابق مسلمان ہو جاتے۔

لیکن ان کے دلوں پر تو تالے پڑے ہوئے تھے۔ ابو جہل فوراً بولا "محمدؐ واقعی تم بہت بڑے جادوگر ہو۔ تم نے ہماری نظر بند کردی اور ہماری آنکھوں نے دھوکہ کھایا۔

عزیز دوستو! حضورؐ کا یہ معجزہ صرف مکہ والوں ہی نے نہیں دیکھا بلکہ دُور دراز کے رہنے والے لوگوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔ اس واقعہ کے کئی روز بعد ایک تجارتی قافلہ مکہ پہنچا تو قافلہ والوں نے بتایا کہ یہاں سے کئی میل دُور انہوں نے بھی چاند کو دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوتے دیکھا۔

یہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ایک ہندو راجے کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اس رات اپنے محل کی بالکونی میں بیٹھا تھا کہ اچانک چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ درباری نجومی کو طلب کر کے وجہ پوچھی، تو اس نے حساب لگا کر بتایا کہ یہ ملک عرب میں پیدا ہونے والے نبیؐ کے معجزے کے سبب سے ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ راجے نے اپنے ایک درباری کو اس اطلاع کی تصدیق کے لئے عرب بھی بھیجا جو وہاں جا کر حضورؐ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔

(۲)

معراج

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبوت ملے بارہ برس گذر چکے تھے۔ کفار کے مظالم عروج پر تھے۔ قبول اسلام تو دُور کی بات ہے، وہ تو آپ کی

بات تک سننے کے لئے تیار نہ تھے۔ اسی دوران حضورؐ نے طائف کا سفر کیا کہ شاید وہاں کے لوگ نئے دین کے پشت پناہ بن جائیں۔ لیکن انہوں نے آپ پہ جو مظالم ڈھائے، وہ ہم کسی دوسری جگہ بیان کر چکے ہیں۔

سخت پریشانی کا عالم تھا۔ حضورؐ اپنا زیادہ تر وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ ایک رات خانہ کعبہ میں دیر تک نماز اور نوافل میں مصروف رہے۔ فارغ ہوئے تو وہیں آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے۔ آپؐ کو جگا کر اللہ کا پیغام پہنچایا کہ اپنے پیارے نبی کو عرش پر ملاقات کی دعوت دی ہے۔ حضورؐ پریشان ہوئے کہ وہاں تک کیسے پہنچا جائے گا۔ جبرائیلؑ بولے آپؐ فکر نہ کریں۔ آسمانی سواری براق حاضر ہے۔ بس اللہ کا نام لے کر اس پہ سوار ہو جائیں۔ جبرائیلؑ نے براق کی لگام پکڑ لی اور حضور سوار ہونے لگے تو براق چمکا۔ اس پہ جبرائیلؑ نے کہا۔ یہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ جانتا نہیں دو جہان کے آقا آج تجھ پہ سواری کر رہے ہیں۔

یہ سن کر براق ادب سے کھڑا ہو گیا اور حضورؐ اس کی پشت پر سوار ہو گئے حضرت جبرائیلؑ پائلٹ کے طور پر آگے آگے جا رہے تھے۔ یہ براق بھی عجیب سواری تھی، اس قدر تیز رفتار کہ کبھی دیکھی نہ سنی۔ مکہ سے روانہ ہو کر پہلا پڑاؤ مدینہ میں ہوا۔ حضورؐ نے نماز ادا کی، روانہ ہونے لگے تو جبرائیلؑ نے بتایا کہ آپؐ بہت جلد ہجرت کر کے اس شہر میں آنے والے ہیں۔ دوسری منزل کوہ سینا پہ تھی،

یہ وُہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ اللہ سے ہمکلام ہوا کرتے تھے۔ تیسری منزل بیت اللحم کی تھی، جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تھے۔ آخر بیت المقدس جا کر رکے۔ براق کو باندھ کر خانۂ خدا کے اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہلے زمانوں کے سارے پیغمبر وہاں جمع ہیں، نماز کا وقت ہو رہا ہے اور کسی کا انتظار ہے۔ آپؐ پہنچے تو سبھی نے آپؐ کی امامت میں نماز ادا کی۔

بیت المقدس سے آسمان کا سفر شروع ہوا۔

جبرائیل اب بھی ہمراہ تھے۔ پہلے آسمان پر پہنچے۔ جبرائیل نے آپؐ کی آمد کا اعلان کیا۔ آسمان کے دروازے کھلے۔ یہاں حضرت آدمؑ نے حضورؐ کا اپنے بیٹے کے طور پر بڑے فخر کے ساتھ استقبال کیا۔

دوسرے آسمان پر پہنچے تو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے پر حضرت یوسفؑ، چوتھے پر حضرت ادریسؑ پانچویں پر حضرت ہارونؑ چھٹے پہ حضرت موسیٰؑ اور ساتویں پر حضرت ابراہیمؑ سے تعارف ہوا۔ مزید آگے بڑھے تو ایک مقام پر پہنچ کر جبرائیلؑ اچانک رک گئے۔ حضورؐ نے سبب پوچھا تو عرض کی "یا رسول اللہؐ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ میری پہنچ یہیں تک ہے۔ اگر ایک انچ بھی آگے جاؤں تو اللہ کا نور مجھے جلا کر رکھ دے گا۔ آپؐ کی بات اور ہے آپؐ تو اللہ کے محبوب اور یہاں سے آگے آپ اکیلے ہی تشریف لے جائینگے"۔ حضورؐ آگے بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ حظیرۃ القدس کا مقام آگیا۔ یہاں اللہ اور

نبیؐ کے درمیان صرف دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اللہ کے حضور سلام پیش کیا۔ فوراً ہی جواب ملا۔ مہمان اور میزبان کے درمیان راز و نیاز ہوئے۔ اور میزبان نے اپنے مہمان کو تحفہ کے طور پر پچاس نمازیں عطا کیں، کہ آپؐ اور آپؐ کی اُمت ہر روز پچاس نمازیں ادا کرے۔

حضورؐ واپس ہوئے۔ ابھی چھٹے آسمان پر ہی تھے کہ حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہو گئی۔ پوچھا کیا تحفہ ملا، پچاس نمازوں کا سن کر حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ آپؐ کی اُمت سے پچاس نمازوں کی پابندی نہ ہو سکے گی۔ مجھے اپنی اُمت کا تلخ تجربہ ہے۔ چنانچہ ان کے کہنے پر نمازیں کم کرانے کے لئے دوبارہ اللہ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اللہ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ آپؐ حضرت موسیٰؑ کے مشورہ پر پھر اللہ کے حضور حاضر ہوئے۔ حتیٰ کہ فرض نمازیں پانچ رہ گئیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ پانچ پڑھنے والوں کو بھی پچاس کا ثواب ملے گا۔ اس سفر کے دوران حضورؐ نے آسمان کے عجائبات کی سیر کی اور جنت اور دوزخ کا نظارہ بھی کیا۔

واپسی کے سفر میں بیت المقدس پہنچے یہاں پھر تمام پیغمبر موجود تھے۔ فجر کا وقت تھا، دوبارہ امامت فرمائی اور براق پر سوار ہو کر مکہ واپس پہنچ گئے۔

۳

کنکریوں کی شہادت

ابوجہل اسلام اور حضورؐ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اسلام کی سچائی کے بارے

میں اُسے کوئی شبہ نہ تھا۔ لیکن حیلے بہانے کرتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضور رسالتمآبؐ کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوا کہ دائیں ہاتھ کی مٹھی بند تھی۔ کہنے لگا اگر آپؐ یہ بتادیں کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے تو میں ایمان لے آؤنگا۔ حضورؐ نے فرمایا میں بتاؤں یا مٹھی میں موجود کنکریاں خود بتادیں۔ ابوجہل اس پر چونکا کہ حضورؐ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ اس کی مٹھی میں کنکریاں ہیں۔ مگر ہٹ دھرم آدمی تھا۔ کہنے لگا کنکریاں بتائیں۔ اس پر کنکریوں میں سے کلمہ شہادت کی آواز آنے لگی۔ مگر ابوجہل بھلا کب ماننے والا تھا یہ کھلا معجزہ دیکھنے کے باوجود کہنے لگا یہ تو (نعوذ باللہ) جادو ہے۔

(۴)

ستونِ حنانہ

مسجد نبوی آجکل تو اعلیٰ طرز پر تعمیر کی گئی ایک شاندار اور جدید عمارت ہے لیکن حضورؐ کے زمانے میں مٹی، پتھروں کھجور کے پتوں اور چھال سے بنی ہوئی تھی۔ چھت کو سہارا دینے کے لئے کھجور کا ایک ستون تھا جسے تاریخ میں ستونِ حنانہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضورؐ ایک عرصہ تک اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ چونکہ کھڑا رہنے سے تکلیف ہوتی تھی، چنانچہ ایک بڑھئی نے منبر بنا کر پیش کیا اور حضورؐ اس پر بیٹھ کر

ماخذ: نقوش، رسول نمبر جلد ۹ ص ۳۶۳

خطبہ دینے لگے۔ آپؐ منبر پہ بیٹھے ہی تھے کہ بے جان ستون بچوں کی طرح روتے لگا۔ رسالتمآبؐ کی جدائی اس سے برداشت نہ ہو سکی۔ جب اس کی آہ و زاری زیادہ شدت اختیار کر گئی تو حضورؐ منبر سے اُتر کر اس کے پاس گئے اور دلاسہ دیا جس سے وہ چپ ہو گیا۔[۱]

۵

بُت گرے

کفارِ مکہ نے خانہ کعبہ کے اندر اور باہر بے شمار بت رکھے ہوئے تھے۔ مکہ فتح ہوا اور حضورؐ شہر میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔ ایک چھوٹی سی چھڑی ہاتھ میں تھی اور زبانِ مبارک پر سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیت جاری تھی۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل-۹)

ترجمہ:۔ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل نے مٹنا ہی تھا۔

آپؐ چھڑی سے جس بُت کی طرف اشارہ کرتے وہ ہاتھ لگائے بغیر دھم سے زمین پر گر پڑتا تھا یوں آپؐ نے خانہ کعبہ کے گرد موجود بتوں کو زمین بوس کیا۔[۲]

خانہ کعبہ کے اندر موجود بتوں کو آپؐ کی آمد سے پہلے ہی اکھڑوا کر باہر پھنکوا دیا گیا تھا۔[۳]

۱۔ ماخذ: نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۹۔ صفحہ ۳۰۲   ۲۔ فاکہی، بروایت عمر اور طبرانی   ۳۔ صحیح بخاری

(۶)

اَلسَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک دن حضورؐ ذرا گھومنے کے لئے نکلے۔ حضرت علیؓ ہمراہ تھے۔ چلتے چلتے مکّہ سے باہر نکل آئے۔ اس دوران ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا کہ جو بھی پہاڑ یا درخت راہ میں آتا حضورؐ کو سلام کرتا۔

اَلسَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت علیؓ سخت حیران ہوئے۔ واپس آکر انہوں نے یہ واقعہ کئی صحابہ سے بیان کیا اور کہا کہ سلام کی آواز اس قدر بلند تھی کہ میں بہ آسانی سن رہا تھا!

(۷)

کھجوروں کے گچھے کی گواہی

ایک روز ایک بدّو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی کہ آپؐ کا دین قبول کرنے کو جی چاہتا ہے، لیکن کوئی نشانی یا معجزہ دیکھے بغیر ایسا کرنا

ا۔ شمائل ترمذی

مشکل ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا نشانی چاہتے ہو۔ سامنے کھجور کے درخت کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ اس پر کھجوروں کے گُچھے موجود ہیں۔ آپؐ انہیں بلا کر دکھائیں۔ حضور رسالتمآبؐ نے اشارہ کیا تو گُچھے حاضر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر بدو کا شک یقین میں بدل گیا اور وُہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا![1]

(۸)

حضرت علیؓ کی بیماری

خیبر کی جنگ میں مسلمانوں کو شروع میں نمایاں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ یہودیوں کا دفاع بہت مضبوط تھا۔ دو ایک جرنیلوں کو آزمایا لیکن۔ فتح حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ کل صبح جسے عَلَم دیا جائے گا وہ خیبر کو فتح کرے گا۔ سبھی کو تجسّس تھا کہ دیکھیں کل یہ سعادت کسے نصیب ہوتی ہے۔ صبح ہوئی تو حضورؐ نے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا۔ پتہ چلا کہ وُہ بیمار ہیں۔ آنکھوں میں تکلیف ہے اور ٹھیک سے نظر نہیں آتا۔ آپؓ کے کہنے پر آئے، تو اس حالت میں کہ دو ساتھیوں نے سہارا دیا ہوا تھا۔ حضورؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا تو بیماری یُوں جاتی رہی جیسے کبھی لگی نہ تھی، چنانچہ عَلَم حضرت علیؓ کو عطا ہوا اور خیبر کی فتح انہیں کے حصّے میں آئی![2]

۱۔ شمائل ترمذی ۲۔ صحیح بخاری، باب غزوہ خیبر

اٹھارہواں باب

والدین کا مقام

والدین کے ساتھ حسن سلوک، نیکی اور خدمت کی تاکید قرآن پاک کی بارہ مختلف آیات میں موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (نساء - ۶) ترجمہ:۔ اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ماں باپ کی عزت، اطاعت اور فرمانبرداری پر بہت زور دیا ہے۔

حدیث مبارک ہے:۔

ترجمہ:۔ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے [۱]

کسی مسلمان کی زندگی کا مقصد اور معراج آخرت کی فلاح اور جنت کا حصول ہے، اور اسے ماں کے قدموں کے نیچے کہہ کر اس ہستی کے مقام و مرتبہ کو کس قدر بلند کر دیا گیا ہے۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف

(۱)

حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق

ایک روز حضور سرورِ کائنات مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے۔ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، اس نے عرض کی، پھر کون۔ فرمایا تیری ماں۔ تین دفعہ آپ نے یہی جواب دیا۔ چوتھی دفعہ اس شخص نے یہی سوال کیا تو رسالتمآبؐ نے فرمایا۔ تیرا باپ[1]۔ اور پھر جو اس کے نزدیک تر ہے۔ گویا ظاہر کیا کہ والدین میں ماں کا مقام بلند ہے۔

(۲)

وُہ خوار ہوُا۔ وُہ خوار ہوُا

ایک دفعہ حضورؐ تشریف فرما تھے۔ کئی صحابہ بھی حاضر خدمت تھے کسی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ اچانک خاموش ہو گئے اور پھر تین بار فرمایا وہ خوار ہوُا، وہ خوار ہوا، وہ خوار ہوُا۔

حاضرین پریشان ہو گئے کہ نہ جانے حضورؐ کس کے بارے میں فرما رہے ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب

عرض کی یارسول اللہ! کون خوار ہوا۔

فرمایا "وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی"[1]

گویا کہ بوڑھے والدین کی خدمت جنت کی کنجی ہے۔ اور جو شخص اس سعادت سے محروم رہا وہ واقعی بدنصیب ہے۔

(۳)

والدین کی خدمت جہاد سے افضل ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک کاموں میں جہاد کا درجہ والدین کی خدمت گذاری کے بعد رکھا ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ دریافت فرمایا کیا تمہارے والدین ہیں؟ صحابی نے عرض کی یارسول اللہ! والدین زندہ ہیں اور بوڑھے ہیں۔ ارشاد ہوا جاؤ ان کی خدمت بجالاؤ یہی تمہارا جہاد ہے[2]

جہاد اسلام کا اہم رکن ہے لیکن ثابت یہ ہوا کہ والدین کی خدمت کا درجہ جہاد سے بھی بڑھ کر ہے۔

یہ حقیقت ایک دوسرے واقعہ سے بھی ثابت ہے کہ ایک اور مجلس میں صحابہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب ۲۔ ایضاً

نے دریافت کیا کہ نیکی کے تمام کاموں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کونسا پسند ہے۔ فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا، عرض کی، اس کے بعد فرمایا، ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ پوچھا پھر اس کے بعد تو ارشاد ہوا خدا کی راہ میں محنت اٹھانا یعنی جہاد کرنا![۱]

(۴)

گناہ کا کفارہ

ایک دفعہ ایک شخص حضور رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ سخت نادم ہوں۔ توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتائیے کہ میں توبہ کیسے کروں۔

فرمایا کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟

عرض کی یا رسول اللہؐ نہیں۔

فرمایا کوئی خالہ ہے، تو وہ شخص کہنے لگا کہ ایک خالہ زندہ ہے۔

فرمایا اس کے ساتھ نیکی کر۔ یہی تیری توبہ ہے![۲]

سبحان اللہ! ماں کا مقام ملاحظہ ہو کہ صرف اس کی ہی نہیں بلکہ اس کی بہن کی خدمت بھی بڑے سے بڑے گناہ سے معافی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب ۲۔ ترمذی شریف

(۵)

والدین کی اطاعت کا اجر

والدین کی اطاعت اور خدمت کا کس قدر ثواب ہوتا ہے ۔ اسے واضح کرنے کے لئے حضورؐ نبی کریمؐ نے ایک دفعہ ایک داستان بیان فرمائی ۔ کہ تین مسافر کہیں جارہے تھے ۔ تیز بارش برسنے لگی ۔ بھاگ کر ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی کہ تھمے گی ، تو پھر سے سفر پر روانہ ہو جائیں گے ۔ لیکن کرنا خدا کا یہ کہ جونہی وہ غار میں داخل ہوئے ایک بھاری پتھر پہاڑ پر سے لڑھکتا آیا اور غار کا منہ بند کر دیا ۔ اب تو وہ بیچارے بہت گھبرائے ۔ پتھر اس قدر بھاری تھا کہ ہلانے یا ہٹانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ۔ موت سامنے نظر آرہی تھی ۔

سخت پریشانی کے عالم میں ایک بولا اب صرف دُعا سے ہی کام چل سکتا ہے ۔ دوسرے نے کہا کہ دعا کیسے مانگی جائے ۔ تیسرا بولا کہ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے ۔ ہم میں ہر ایک کو اپنی اپنی کسی بہت اہم نیکی کا واسطہ دے کر خدا سے دُعا کرنا چاہیئے ۔ چنانچہ پہلے مسافر نے کہا میرے ماں باپ بوڑھے ہیں ، مَیں غریب آدمی ہوں ۔ گذارے کے لئے بکریاں پال رکھی ہیں ۔ روزشام کو انہیں چرا کر واپس آتا ہوں تو سب سے پہلے

والدین کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور انہیں دودھ پلاتا ہوں۔ اس کے بعد اپنے بیوی بچوں کے پاس جاتا ہوں۔

ایک دن بکریاں چراتے چراتے جنگل میں ذرا دُور نکل گیا۔ دودھ کا برتن لے کر والدین کے کمرے میں گیا تو وہ سو چکے تھے۔ میں دودھ لئے ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ انہیں جگاتا نہیں تھا کہ ان کی نیند خراب ہوگی اور اپنی جگہ سے اس لئے نہیں ہٹتا تھا کہ نہ جانے کس وقت بیدا ہوں اور دودھ مانگ لیں۔ چنانچہ پوری رات گذر گئی اور میرے بچے بھوک سے بلکتے رہے۔

واقعہ بیان کرنے کے بعد اس شخص نے اللہ کے حضور دعا مانگی کہ یا الٰہی اگر میرا یہ کام نیکی کا تھا تو اس کے صدقے ہمیں آج اس مصیبت سے نجات دلا۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ غار کا منہ کسی حد تک کھل گیا۔ اس کے بعد باقی دو ساتھیوں نے بھی اپنی اپنی نیکیوں کا ذکر کیا تو پورا پتھر دروازے سے ہٹ گیا۔[۱]

۱۔ سیرۃ النبیؐ جلد ششم از مولانا سید سلیمان ندوی۔ ص ۲۲۴

انیسواں باب

خوش کلامی

ہمارے مذہب میں بد کلامی اور گالی گلوچ سے بچنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یہ بہت بُری عادات ہیں اور ان سے معاشرہ میں بے شرمی اور بے حیائی پھیلتی ہے۔ لوگوں کی دلآزاری ہوتی ہے۔ اخوّت اور محبت کم ہو جاتی ہے اور لڑائی فساد کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

حدیث مبارک ہے:۔ ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں!۱

ایک اور حدیث مبارک ہے:۔ ترجمہ: مسلمان نہ طعنہ دیتا ہے، نہ لعنت بھیجتا ہے، نہ بدزبانی اور فحش کلامی کرتا ہے۲

رسالتمابؐ نے ایک اور موقعہ پر فرمایا:۔ ترجمہ: جو اللہ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اچھی بات بولے ورنہ چپ رہے۳

ہمارے معاشرے میں بدزبانی اور گالی گلوچ کا کچھ رواج سا ہو گیا ہے۔ بعض لوگ تو دوستی اور بے تکلفی کے اظہار کے لئے بھی گالیوں کا استعمال کرتے ہیں۔

۱۔ مسلم، کتاب الایمان ۲۔ ترمذی شریف ۳۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان

یہ بے حد بری بات ہے اور ہمیں اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہیئے۔ زبان انسانی جسم کا ایک پاک حصّہ ہے اسے گندا نہیں کرنا چاہیئے۔ نبیؐ کریمؐ نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ واقعات نیچے درج کئے جا رہے ہیں۔

①
جاہلیّت کا اثر

حضرت ابوذر غفاریؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ نہایت خدا ترس اور نرم مزاج، کام کاج کے لئے ایک ملازم رکھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ بھی بڑی شفقت سے پیش آتے۔ لیکن ایک دن نہ جانے اس سے کیا غلطی ہو گئی کہ حضرت ابوذر کو سخت طیش آگیا اور غصّے میں ملازم کو گالی دے دی۔ کسی نے جا کر حضورؐ کو بتایا تو فرمایا، ابوذر میں جاہلیّت کا اثر باقی ہے!

گویا کہ بدزبانی کرنا اور گالی دینا زمانہ جاہلیّت کی باتیں ہیں اور مسلمانوں کو زیب نہیں دیتیں۔

②
اپنے والدین پر لعنت نہ بھیجو

ایک روز حضورؐ چند صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ چھوٹے بڑے گناہوں

ا۔ صحیح بخاری کتاب الادب

اور نیکیوں کا ذکر ہو رہا تھا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ماں باپ تو ہر کسی کو بہت عزیز ہوتے ہیں اور وہ ان کا بے حد احترام بھی کرتے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ان پر لعنت بھیجے۔

سرکارِ دو جہاںؐ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن یہ ممکن ہے۔ وہ اس طرح سے کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے گا، تو وہ جواب میں اس کے ماں باپ دونوں کو برا بھلا کہے گا۔

یوں اس شخص نے خود اپنے ماں باپ کو گالی دی اگر وہ اپنی زبان پر قابو رکھتا تو اس کے والدین پر لعنت نہ بھیجی جاتی![1]

(۳)

اس کا فعل اس کے ساتھ، میرا فعل میرے ساتھ

ایک دفعہ ایک شخص حضور سرورِ کائناتؐ سے ملنے آیا۔ ذرا منہ پھٹ اور بدزبان قسم کا آدمی تھا اور قبیلہ والے اس کی اس عادت سے بہت تنگ تھے۔ حضورؐ کو بھی اس کی بد عادت کا علم تھا۔ چنانچہ ابھی وہ دُور ہی تھا کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "یہ شخص اپنے قبیلہ میں نہایت برا سمجھا جاتا ہے۔ اتنے میں

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب

وہ نزدیک آگیا تو آپؐ اسے بڑے اچھے طریقہ سے ملے۔ پاس بٹھایا اور اس کی بات تسلّی سے سُنی۔

حضرت عائشہ یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ انہیں حیرانی ہوئی کہ پہلے تو حضورؐ نے اُسے برا آدمی کہا اور پھر اس کے ساتھ اس قدر محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ چنانچہ اس شخص کے جانے کے بعد حضورؐ اندر تشریف لائے تو حضرت عائشہ سے نہ رہا گیا اور پوچھ ہی لیا کہ آخر اس سے اس قدر حسنِ سلوک کی کیا وجہ تھی۔

رحمت للعالمینؐ نے یہ سُنا تو تبسّم کیا اور فرمایا عائشہؓ تم نے مجھ کو بدزبان کب پایا۔ قیامت کے دن خدا کے نزدیک سب سے بُرا شخص وہ ہوگا جس کی زبان کے خوف سے لوگ اُسے چھوڑ دیں۔[1]

گویا کہ اگر وہ بُرا انسان تھا تو اُس کی بُرائی اس کے ساتھ تھی۔ بھلا میں اپنی اچھائی کیوں چھوڑتا۔

(۴)

ہوا خدا کی فرمانبردار ہے

رسولِ خداؐ نے انسان کے علاوہ دیگر جاندار اور بے جان چیزوں کو گالی دینے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الادب

اور بُرا بھلا کہنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تیز ہوا چل رہی تھی اور چادر اس کے کندھے پر ٹھہرتی نہ تھی۔ دو ایک بار تو اس نے سنبھالا لیکن پھر ہوا سے اُڑ گئی تو سخت جھنجلایا اور ہوا کو گالی بک دی۔

حضورؐ نے سنا تو فرمایا، ہوا کو بُرا بھلا نہ کہو، اس کا کوئی قصور نہیں، وہ تو خدا کی فرمانبردار ہے۔[۱]

(۵)

جانور پر لعنت نہ بھیجو

اسی طرح بعض لوگ جانور پر لعنت بھیجتے ہیں اور انہیں برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ حضورؐ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے۔ ایک دفعہ آپؐ چند صحابہ کے ہمراہ سفر پر تھے۔ ایک خاتون بھی ہمراہ تھی۔ اس کی اونٹنی ذرا سست رفتار تھی۔ بار بار پیچھے رہ جاتی تھی۔ خاتون نے جھنجلا کر اس پر لعنت بھیجی تو رسول خداؐ ناراض ہوئے اور سزا کے طور پر اس اونٹنی کو الگ کر دیا۔ تاکہ عورت دوبارہ اس قسم کا کلمہ نہ کہہ سکے۔[۲]

حضور سرورِ کونینؐ نے ہر ایسی بات سے منع فرمایا ہے جس سے دوسرے کا دل

۱- ابو داؤد۔ کتاب الادب   ۲- ابو داؤد۔ کتاب الجہاد

دُکھے یا اس کی توہین ہوتی ہو۔ کسی کو کافر کہنا اگرچہ عام معنوں میں گالی نہیں لیکن ہمارے مذہب میں یہ ایک بہت بڑی گالی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو کافر یا فاسق کہتا ہے اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ گالی خود دینے والے پر لوٹ آئے گی۔[1]

عزیز دوستو: دیکھا آپ نے ہمارے مذہب میں دوسروں کی عزت و احترام کا کتنا خیال رکھا جاتا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ پیارے نبیؐ کی پیاری پیاری باتوں پر عمل کریں۔ کبھی اپنی زبان کو گالی سے گندہ نہ کریں اور دوسروں کا دل نہ دُکھائیں۔

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب

مشکل الفاظ کے معانی

پہلا باب۔ حالاتِ زندگی

ہاتھ بٹانا۔ مدد کرنا، چرچا۔ شہرت۔ راہ حق۔ سچائی کی راہ، رحلت۔ وفات، خاطرخواہ۔ مناسب کافی، ریاست۔ حکومت، مملکت، پڑاؤ کرنا۔ ٹھہرنا، مرعوب ہونا۔ رعب میں آجانا۔

دوسرا باب۔ بچپن کے واقعات

بطورِ خاص۔ خاص طور پر، شرفاء۔ شریف کی جمع، وقتاً فوقتاً۔ کبھی کبھی، مریل۔ کمزور، رضاعی بھائی۔ جو سگے بھائی نہ ہوں لیکن ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہو۔ شیر خوار۔ دودھ پینے والا، منصب نبوت پر فائز ہوئے۔ یعنی نبی مقرر ہوئے، فتوحات۔ فتح کی جمع، احترام۔ عزت، شقِ صدر۔ سینہ چاک کرنا، محوِ پرواز۔ اڑنے میں مصروف، مچلنا۔ ضد کرنا، تذبذب۔ سوچ دل پسیج گیا۔ دل نرم ہو گیا۔ دنیا و مافیہا۔ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے۔ جوق در جوق۔ گروہ در گروہ، اصرار۔ ضد، سہمنا۔ ڈرنا، نوخیز بچہ ابھی ابھی بڑا ہوا ہو، ماجرا قصہ۔ آغوش۔ گود، محافل۔ محفل کی جمع، برہنہ۔ ننگا۔

تیسرا باب۔ بچوں سے دلچسپی

رغبت۔ محبت، سرزنش۔ سزا، بے تحاشا۔ بہت زیادہ، آزردہ۔ پریشان، اشکبار ہونا۔ آنسو آجانا، صحابیہ۔ صحابی کی مؤنث، عیادت۔ بیمار کا حال پوچھنا، بے سدھ۔ بے ہوش۔ آثار۔ علامات، نشانیاں،

چوتھا باب۔ صداقت و امانت

افضل ترین۔ سب سے اچھی، احادیث۔ حدیث کی جمع، صادق۔ سچا، امین۔ امانت دار غلط بیانی۔ جھوٹ، روزمرّہ۔ روزانہ، عادات۔ عادت کی جمع۔ فضائل۔ فضل کی جمع۔ خوبی۔ بزرگی، متانت۔ سنجیدگی، بخدا۔ خدا کی قسم، پالا پڑنا۔ واسطہ پڑنا، تعلق ہونا، رونما۔ ظاہر، معترف ہونا۔ اعتراف کرنا، مان لینا، خیمہ زن ہونا۔ خیمہ لگانا، ڈیرا لگانا، صفات۔ صفت کی جمع، دشمنِ دین۔ دین کا دشمن۔ دستگیری کرنا۔ لفظی معنی ہاتھ پکڑنا، یعنی مدد کرنا، رہنمائی کرنا۔ یکدم۔ فوراً۔

پانچواں باب۔ جرأت و شجاعت

ثانی ۔ دوسرا، کٹھن مشکل، منتشر ہونا۔ بکھر جانا، قلب ۔ لفظی معنی دل یہاں مطلب ہے فوج کا درمیانی حصہ، غزوات ۔ غزوہ کی جمع، جاں نثار ۔ جان قربان کرنے والے یعنی بہت وفادار، پیوست ہونا۔ گڑ جانا، واویلا ۔ چیخ و پکار، ناحق ۔ فضول، اذیت ۔ تکلیف، قدرت ۔ طاقت، نظر انداز کرنا ۔ توجہ نہ دینا، اچنبھے کی بات ۔ عجیب بات، ان دیکھا ۔ جیسے دیکھا نہ ہو، اُول جُلول ۔ فضول، برگزیدہ ۔ چنے ہوئے، دبدبہ ۔ رعب، شہ زور ۔ بہت طاقتور، ہٹ دھرم ۔ ضدی، گھگھی بندھنا ۔ خوف سے آواز نہ نکلنا

چھٹا باب ۔ عدل و انصاف

گرد و پیش ۔ ارد گرد، بے باک ۔ بے خوف، مجال ۔ ہمت، حوصلہ، دلائل ۔ دلیل کی جمع، متغیر ہونا ۔ بدل جانا، بنفسِ نفیس ۔ خود ذاتی طور پر، پشیمان ۔ ایسی شرمندگی جس میں افسوس بھی شامل ہو، نووارد ۔ نیا آنے والا، قصاص ۔ بدلہ، پیٹ میں چوہے دوڑنا ۔ سخت بھوک لگنا، ماجرا ۔ واقعہ، فاروق ۔ فرق کرنے والا، ناآشنا ۔ ناواقف، کراہنا ۔ تکلیف سے ہائے ہائے کرنا، بے کل ۔ پریشان، اصرار ۔ ضد، مدعی ۔ دعویٰ کرنے والا، ملزم ۔ جس پر الزام ہو، آنالہ ۔ علاج، شکایت کنندہ ۔ شکایت کرنے والا،

ساتواں باب ۔ ایفائے عہد

سر آنکھوں میں بٹھانا ۔ بہت زیادہ عزت کرنا، گھاٹا ۔ نقصان، ذات بابرکات ۔ برکتوں والی ذات، خانۂ خدا ۔ خدا کا گھر، اللہ کا گھر یعنی خانہ کعبہ، قاصد ۔ پیغام لے جانے والا، فریقین ۔ فریق کی جمع، نتائج ۔ نتیجہ کی جمع، حیرت انگیز ۔ حیرانی بڑھانے والا، فتح مبین ۔ واضح فتح، طیش ۔ غصہ، تشدد ۔ سختی، پاداش ۔ سزا، آنکھوں میں خاک جھونکنا ۔ دھوکہ دینا، سرسری ۔ معمولی، کاربند ۔ قائم۔

آٹھواں باب ۔ حلم و عفو اور صبر و تحمل

بے مثال ۔ جس کی مثال نہ ہو، توہین آمیز ۔ توہین والا، اُمّ المؤمنین ۔ مومنوں کی ماں یعنی حضورؐ کی زوجہ محترمہ، فوج کشی ۔ حملہ، پیش پیش ۔ آگے آگے، حالت غیر ہونا ۔ حالت خراب ہونا، کارستانی ۔ کام، حوصلہ افزا ۔ حوصلہ بڑھانے والا، حسبِ دستور ۔ رواج کے مطابق، خیر خواہی ۔ بہتری چاہنا، ٹھٹھا اڑانا ۔ مذاق اڑانا، گداں گذری ۔ بُری لگی،

نواں باب ۔ حسنِ اخلاق

زیر دست ۔ ماتحت، محکوم جس پر حکومت کی جائے، کرشمہ ۔ معجزہ، سرخرو ۔ کامیاب، شب بسری ۔

رات گزارنا، نادان - بے وقوف، لتھڑا ہوا - گندہ، ملامت کرنا - برا بھلا کہنا، کم سنی - کم عمر، لختِ جگر - جگر کا ٹکڑا یعنی بیٹا، فدیہ - وہ رقم جو غلام کو آزاد کرانے کے لئے ادا کی جاتی تھی، شانہ - کندھا، سرکوبی کرنا - سزا دینا، ناک میں دم کرنا - تنگ کرنا، پھبتی کسنا - مذاق اڑانا،

دسواں باب - تدبّر اور معاملہ فہمی

معاملہ فہم - معاملہ کو سمجھنے والا، فہم و فراست - عقل و دانائی، عش عش کرنا - واہ واہ کرنا یعنی داد دینا، نرغے میں - گھیرے میں، سنگین - سخت، اہلِ بدر - وہ صحابہ جنہوں نے غزوہ بدر میں حصہ لیا، گھناؤنا - جس سے گھن آئے یعنی بہت برا، صریحاً - کھلے طور پر، نظیر - مثال، مرتکب ہونا - قصور وار ہونا، نصب کرنا - گاڑنا، زمانۂ قدیم - پرانا زمانہ، مسرت - خوشی، انتقام - بدلہ، اہل و عیال - کنبہ، خاندان،

گیارہواں باب - حضورؐ کا مزاح

شگفتگی - تازگی، پشت - کمر، بیت المال - اسلامی خزانہ، محظوظ - خوش، گماشتہ - نمائندہ، تبسم - مسکراہٹ، غزوہ - وہ جنگ جس میں حضورؐ خود شریک ہوئے، زچ ہونا - پریشان ہونا، تنگ آجانا، کاری ضرب - اثر والی چوٹ،

بارہواں باب - محنت کی عظمت

عار - شرم، ازواجِ مطہرات - پاک بیویاں یعنی حضورؐ کی بیویاں، حامی بھرنا - وعدہ کرنا، حائل ہونا - رکاوٹ ڈالنا، ریزہ ریزہ - ٹکڑے ٹکڑے، بپتا - پریشانی کی بات -

تیرہواں باب - معذوروں سے خصوصی شفقت

معذور - جس میں ذہنی یا جسمانی نقص ہو، معیوب - عیب والا، برا، خود کفیل - جو اپنا گزارہ خود چلا سکے، واویلا - شور، حاجت روائی کرنا - ضرورت پوری کرنا، مساوات - برابری، جلیل القدر - بڑی عزت والا، درس - سبق، حقیر - گھٹیا، مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے - بے حد ظلم ہوئے، کاربند رہنا - قائم رہنا، گزرگاہ - راستہ، واہی تباہی - فضول باتیں، آنکھوں میں خون اترنا - سخت غصے میں ہونا، لازمی - ضروری، نظم و نسق - انتظام، مؤثر - اثر والا،

چودھواں باب - جانوروں سے ہمدردی

پھڑپھڑاہٹ - پروں کی آواز، پشت - کمر، مبادا - ایسا نہ ہو کہ، اللہ کو پیارا ہونا - مرجانا،

احساسات - احساس کی جمع،

پندرھواں باب - سادگی و صفائی

نشست - بیٹھنے کی جگہ، وفود - وفد کی جمع، جاہ و جلال - شان و شوکت، شاہی عبا - شاہی لباس، ایک چوغہ جو کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے، مبادا - ایسا نہ ہو کہ، زیب تن کرنا - پہننا، بوسیدہ - پرانا، دھول - گرد، مفلس - غریب، کفایت شعاری - احتیاط سے خرچ کرنا،

سولھواں باب - اخلاقی رعب

ایڑی چوٹی کا زور لگانا - پورا زور لگانا، باربرداری - بوجھ اٹھانا، رمسوا - ذلیل، بپتا - پریشانی کی بات، بلا چون وچراں - چپکے سے بغیر حجت کئے، لاگت - قیمت، خرچ، بخوشی - خوشی سے، ماجرا - قصہ، واقعہ، احوال - حال کی جمع، غیر مرئی - نظر نہ آنے والی،

سترھواں باب - معجزات

مافوق الفطرت شخص - انسان جو اللہ کے پیدا کئے ہوئے عام انسانوں جیسا نہ ہو، قفل - تالا، تعلیمات - تعلیم کی جمع، مکالمہ - بات چیت، آب و تاب - چمک دمک، پشت پناہ - مددگار، نوافل - نفل کی جمع، براق - گھوڑے کی شکل کی اڑنے والی آسمانی سواری، تلخ - کڑوا، ہٹ دھرم - ضدی، آہ و زاری - رونا دھونا، دلاسہ - تسلی،

اٹھارھواں باب - والدین کا مقام

جہاد - اللہ کی راہ میں جنگ، ملاحظہ کرنا - دیکھنا، داستان - کہانی،

انیسواں باب - خوش کلامی

خوش کلامی - اچھے طریقے سے بات کرنا، دلآزاری - دل دکھانا، جلیل القدر - بڑے مرتبے والا، بدعادت - بری عادت،

تعارف کتب احادیث

کتاب میں شامل واقعات احادیث کے مختلف مجموعوں سے لئے گئے ہیں ۔ ذیل میں مشہور کتب احادیث کا تعارف پیش کیا جاتا ہے

* **مؤطا**:۔ احادیث کا یہ مجموعہ امام مالک بن انس (ولادت ۹۳ھ، وفات ۱۷۹ھ) نے مرتب کیا۔ کل روایات کی تعداد ... ہے۔
* **مسند احمد**:۔ احادیث کا یہ مجموعہ امام احمد بن حنبل (ولادت ۱۶۴ھ، وفات ۲۴۱ھ) کی تالیف ہے۔ اس میں تیس ہزار روایات شامل ہیں ۔ اس کتاب کی ترتیب میں عنوانات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ہر صحابی کی تمام روایات ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں۔ اس مجموعہ میں تقریباً تمام قابل ذکر احادیث موجود ہیں۔
* **بخاری**: یہ امام محمد بن اسماعیل البخاری (ولادت ۱۹۴ھ، وفات ۲۵۶ھ) کی تالیف ہے۔ کل روایات کی تعداد ۹۰۸۲ ہے۔ مستند روایات ۷۲۷۵ ہیں۔ کتاب کی تالیف میں ۱۶ سال صرف ہوئے۔
* **مسلم**: یہ کتاب مسلم ابن حجاج قشیری (ولادت ۲۰۲ھ، وفات ۲۶۱ھ) کی تالیف ہے۔
* **سنن ابو داؤد**: یہ کتاب امام ابو داؤد اشعث بن سلیمان سجستانی (ولادت ۲۰۲ھ، وفات ۲۷۵ھ) کی تالیف ہے۔ اس میں چار ہزار آٹھ سو احادیث شامل ہیں۔
* **ترمذی**: امام ابو عیسیٰ ترمذی (ولادت ۲۰۹ھ، وفات ۲۷۹ھ) کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں فقہی مسالک کی تفصیل موجود ہے۔
* **نسائی**: امام احمد بن شعیب نسائی (وفات ۳۰۳ھ) کی تالیف ہے۔
* **ابن ماجہ**:۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی (وفات ۲۷۳ھ) کی تالیف ہے۔

یہ احادیث کے آٹھ مجموعے ہیں ۔ مؤطا اور مسند احمد کے علاوہ باقی چھ کو محدثین کی اصطلاح میں صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ ابن ماجہ کی بجائے مؤطا کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں۔ صحت، سند اور ثقاہت کے اعتبار سے مؤطا، بخاری اور مسلم اعلیٰ ترین مقام رکھتی ہیں۔ جبکہ باقی کا درجہ ان سے قدرے کم شمار کیا جاتا ہے[1]۔

۱۔ ماخذ: تدوین سنت از عبد الغفار حسن ۔ نقوش، رسول نمبر۔ جلد ۶ ۔ صفحہ ۲۱۴ ۔ ۱۹۳

قصص الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(سیرت کی کہانیاں)

ریاض احمد سیّد